علمی، فکری اور نظریاتی جدوجہد کا امین

نقیبِ طلبہ

اسلام آباد

News Letter

MSO

جلد نمبر 16 | اکتوبر، نومبر 2024 | شمارہ نمبر 11

فہرست مضامین

	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
1	درس قرآن وحدیث	ادارہ	1
2	اقبال اور نوجوان	ادارہ	3
3	جرنیل اسلام ابوعبیدہ بن الجراح رض	محمد عمر عابد	4
4	حضور ﷺ کا امہات المومنین کے ساتھ سلوک	مولانا عبدالحی عارفی	7
5	تین نئے مذاہب	قاسم اقبال جلالی ایڈووکیٹ	8
6	اقبال کے عقابی نوجوان	سیف الرحمن حیدری	12
7	نقیب کا مہمان	عبدالروف چوہدری	13
8	عشق رسول ﷺ اور شاعر مشرق	مولانا محمد طارق گڑنگی	16
9	راہ خدا میں خرچ کرنا	حجۃ الاسلام امام غزالی	19
10	مثالی قائد	فیضان شہزاد	21
11	حضرت شیخ الہند کے مالٹا میں گزرے ایام	عبدالروف چوہدری	23
12	ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	عبیداللہ ہاشمی	24
13	نہ تو زمیں کے لیے ہے، نہ آسماں کے لیے	علامہ محمد اقبال	25
14	داماد مصطفی ﷺ سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ	جمیل الرحمن عباسی	26
15	قیامت کے دن کی نو آرزوئیں	پروفیسر عبدالمعید زبیر	29
16	اور کارواں بنتا گیا	بلال ربانی	31

سرکولیشن مینیجر عمر فاروق

قیمت فی شمارہ 60/- روپے صرف

naqeebetalaba.isb@gmail.com

+92 311 4233952

@Naqeeb_tulaba

Disigned by: Shakir Online Designing Shop

ایڈیٹر

عبدالروف چوہدری

مجلسِ مشاورت

مولانا جہان یعقوب (ایڈیٹر اخبار المدارس کراچی)

مولانا عبدالقدوس محمدی (مذہبی سکالر)

سمیع ابراہیم (سینئر اینکر پرسن و پریزیڈنٹ بول نیوز)

رانا طاہر محمود (سینئر تجزیہ نگار، سابق ایڈیٹر اے آر وائی)

عبداللہ حمید گل

متین خالد (مصنف و مؤلف)

عبدالستار اعوان (صحافی و کالم نویس)

عظمت علی رحمانی (کالم نگار و صحافی)

محمود الحسن

فیصل جاوید خان (صحافی)

مولانا عبدالرازق

عبدالباسط غفران

مجلسِ ادارت

شہزاد احمد عباسی

دانش مراد

مولانا محمد احمد معاویہ

مفتی تنویر احمد اعوان

قانونی مشیر

ملک مظہر جاوید ایڈووکیٹ (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

نیاز اللہ خان نیازی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مینارہ نور

کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ (علم وحلم سے) کشادہ نہیں کر دیا(۱) اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا(۲) جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی(۳) اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا(۴) تو بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے(۵) بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے(۶) تو جب آپ فارغ ہو جایا کریں تو (عبادتوں کے لیے) محنت کیا کیجیے(۷) اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے(۸)

(سورہ الم نشرح)

جوامع الکلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان (چرنے والی) بکریاں مانگیں، آپ نے وہ سب بکریاں اس کو عطا کر دیں، پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے میری قوم! اسلام لے آوٴ، اللہ کی قسم! بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا عطا کرتے ہیں کہ فقر کا اندیشہ بھی نہیں رکھتے۔

(الصحیح المسلم: 6021)(مسند احمد)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کی الفت ، نبی کی چاہت مہک رہی ہے دل وجگر میں
انہی کی عظمت کےہیں ترانے گلی گلی میں نگرنگر میں
چمن چمن میں ہےان کاچرچا ، دمَن دمَن میں ہےان کاشہرہ
ہےان کی مِدحت مَلک مَلک میں ، ہیں ان کے نغمے بشربشر میں
ہے چاندتاروں کی روشنی میں انہی کےانوارکی تجلی
انہی کےرخ کی کرشمہ سازی کرن کرن میں سحرسحر میں
زر و جواہر کی کیاہے قیمت، ہےتاجِ شاہی کی کیاہی وقعت
نبی کی مِدحت سرائی کرناعزیزتر ہے نظرنظر میں
ہیں مدح خواں ان کےحور غلماں ، ہیں ان کےمدّاح جن و انساں
زہےمقدرکہ ہوں لبوں پر انہی کی نعتیں سفرحضر میں
ہیں ان کی انگلی کےاک اشارے سے بولےکنکر درخت لپکے
مقام ان کا عیاں ہےکتنا! شجرشجر میں ، حجرحجر میں
ہیں خوب ان کےسبھی صحابہؓ ، عظیم ہےان کاسارا کنبہؓ
وہ جنؐ کی عظمت کےگیت گونجے جبال وصحرا میں ، بحر و بر میں
ہےسیرگہ ان کی عرش و کرسی ، ہیں انبیاء کےوہ تاجوربھی
جمیل کیاکیاکمال دیکھے جہاں نےاس سیدالبشر میں

جمیل الرحمٰن عباسی

میں نے تمھیں دیکھا ہے

قرآن کے سپاروں میں ، احساں کے اشاروں میں
ایماں کے سنواروں میں ، معصوم پیاروں میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے ، میں نے تمہیں دیکھا ہے۔
صدیق کی شفقت میں ، فاروق کی سطوت میں
عثمان کی عفت میں ، کرار کی ہیبت میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے ، میں نے تمہیں دیکھا ہے۔
احمد کی روایت میں ، مالک کی درایت میں
سفیان کی ثقاہت میں ، نعماں کی فقاہت میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے ، میں نے تمہیں دیکھا ہے۔
ماثور دعاؤں میں منشور ثناؤں میں ،
مامون ہواؤں میں،مسحور فضاؤں میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے ، میں نے تمہیں دیکھا ہے
خورشید کے تاروں میں راتوں کے ستاروں میں
آنکھوں کے خماروں میں ، پیاروں کے نظاروں میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے ، میں نے تمہیں دیکھا ہے

اداریہ

اقبال اور نوجوان

وطن عزیز پاکستان کی اکثر آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے اور نوجوان کسی بھی قوم کا مستقبل اور اس کی طاقت ہوتے ہیں۔ نوجوان قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ یہ نوجوان قوم کی قسمت بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، دنیا میں برپا ہونے والے ہر انقلاب اور بڑی تبدیلی کے پیچھے نوجوان نظر آئیں گے۔ اور یہ نوجوان طبقہ ہی ہے جس کو مفکر پاکستان حکیم الامت علامہ اقبال مرحوم نے اپنی شاعری کا مخاطب بنایا اور ان کو اپنا مستقبل سنوارنے کا درس دیا۔ چنانچہ اقبال نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

سوال یہ ہے کہ اقبال مرحوم نے اپنا مخاطب نوجوانوں کو ہی کیوں بنایا؟ کیونکہ نوجوانی کی عمر انسانی زندگی کا قوی ترین دور ہوتا ہے اور نوجوان ہی امت مسلمہ کا قیمتی سرمایہ ہے۔ باہمت، باشعور، متحرک، پرجوش اور پرعزم نوجوان ہر زمانے میں انقلاب کی نوید ثابت ہوئے ہیں۔ اور وہ قومیں خوش نصیب ہوتی ہیں جن کے نوجوان فولادی ہمت اور بلند عزم واستقلال کے مالک ہوتے ہیں۔ کامیابی ہمیشہ ان قوموں کا مقدر ہوتی ہے جن کے نوجوان مشکلات سے گھبرانے کی بجائے دلیری سے مقابلہ کرنے کا ہنر جانتے ہوں۔ وہ قومیں خوش قسمت ہوتی ہیں جن کے نوجوان طوفانوں سے ٹکرانے کا حوصلہ اور جذبہ رکھتے ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ علامہ اقبال مرحوم نے نوجوانوں کو خود کو پہچاننے کا درس دیا اور "خودی" کے نام پر نوجوانوں کے لیے اپنی شاعری اور مضامین کا کثیر ذخیرہ چھوڑا۔ اقبال مرحوم چاہتے تھے نوجوان خود شناسی سے خدا شناسی کا سفر کریں، اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں اور بڑے قومی مقاصد کے لیے اپنے آپ کو دوسروں پر غالب کرنے کی کوشش کریں اور اپنے معاشرے سے ہر برائی کو ختم کر کے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیں جو امن وسلامتی، برداشت ورواداری، اخوت ومحبت، جرات وبہادری اور سخاوت جیسی خوبیوں سے متصف ہو۔ علامہ مرحوم کی آرزو تھی کہ نوجوان شاہین بنیں، کیونکہ شاہین ایک ایسا پرندہ ہے جو خود دار اور غیرت مند ہے، دوسروں کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا، اپنا آشیانہ نہیں بناتا، خلوت پسند اور تیز نگاہ ہوتا ہے۔ وہ چاہتے تھے یہی صفات مسلم نوجوانوں میں پیدا ہو جائیں اور وہ ایک مثالی قوم اور صالح معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔

آج مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان نوجوانوں میں شاعر مشرق کی فکر بیدار کرنا چاہتی ہے۔ اقبال نے جو عشق رسول کا درس دیا آج کے نوجوان کو اس عشق میں رنگنا چاہتی ہے۔ اقبال مرحوم نے جس عظیم ریاست کا خواب دیکھا اور اس کا تصور پیش کیا، اس ریاست کو حقیقی معنوں میں اقبال کی سوچ وفکر کے مطابق ایک اسلامی، فلاحی اور مستحکم ریاست بنانے کے لیے باصلاحیت نوجوانوں کی کھیپ تیار کر رہی ہے۔ ہم امت مسلمہ کے تمام نوجوانوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ آئیے! وطن عزیز کو ان نبرد آزما چیلنجوں سے نکالنے کے لیے ہمارے دست وبازو بنیے اور بن جائیے ایک قوم ایک فکر۔

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

جرنیل اسلام حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

محمد عمر عابد

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا نام" عامر، کنیت" ابو عبیدہ "والد کا نام عبداللہ تھا۔ والدہ ماجدہ کا نام اُمیمہ بنت غنم ہے۔ سلسلہ نسب عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے۔

حضرت ابوعبیدہ دراز قد جسم سے قدرے دُبلے تھے، آپ کا چہرہ پُرنور اور دلکش تھا، آپ بچپن ہی سے نرم دل اور شریف انسان تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی زوجہ ہند بنت جابر سے ان کے دو بیٹے یزید اور عمیر پیدا ہوئے۔ آگے ان کے بیٹے بے اولاد رہے اس لیے ان کی نسل منقطع ہوگئی۔

قبول اسلام کے وقت ان کی عمر ۲۸ برس تھی۔ سیدنا ابوبکرؓ نے اپنے تصدیق اسلام کے اگلے دن ابوعبیدہؓ کو دین ہدایت قبول کرنے کی دعوت دی تو انھوں نے فوراً لبیک کہا۔ حضرت ابوعبیدہؓ کا شمار" السابقون الاولون" میں ہوتا ہے۔ ابتداء اسلام میں مکہ میں مشرکین کی طرف سے سخت ستائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حبشہ کو ہجرت ثانی میں شریک تھے۔ پھر ہجرت مدینہ سے قبل مکہ لوٹ آئے (ابن ہشام، ابن سعد)۔ بعض کے نزدیک حبشہ نہ گئے بلکہ مکہ ہی میں رہ کر کفار کی اذیتیں برداشت کیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں شامل جلیل القدر صحابی رسول ہیں، انس بن مالک کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ ہماری اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں"۔ ایک بار نجران کے وفد نے نبی علیہ السلام سے ایک فیصل کی درخواست کی (کہ وہ کچھ مالی جھگڑے نمٹانے میں ہماری مدد کرے)۔ آپ نے فرمایا (شام کے وقت آئیں) میں آپ کی طرف ایک امانت دار شخص کو بھیجوں گا جو سچا اور پکا امین ہے۔ آپ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اسی طرح اہل یمن نے ایک معلم کی درخواست کی آپ نے ابوعبیدہ کو بھیجا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا" یہ اس امت کے امین ہیں"۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بڑے دلیر اور قوی تھے۔ جرنیل صحابہ کرام میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔ تمام غزوات میں وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ جنگ بدر میں انھوں نے بڑی جواں مردی دکھائی، تب ان کی عمر ۴۱ برس تھی۔ دوران جنگ آپ کے والد سامنے آئے محبت الٰہی میں آپ نے اپنے باپ کا سر قلم کر دیا۔ جنگ احد کی ابتدا میں حضرت ابوعبیدہؓ ان دس یا چودہ فداکار صحابہ میں شامل تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا۔ ان جاں نثاروں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور آپ کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے سینوں پر روکتے رہے، اس موقع پر نبی علیہ السلام زخمی ہوئے، زرہ کی کڑیاں چہرہ مبارک میں پیوست ہوگئیں تو حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے دانتوں سے وہ کڑے نکالے جس کے باعث آپؓ کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے۔

۞ ٦ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی، حضرت ابوعبیدہ معاہدہ صلح کی دستاویز پر بطور گواہ دستخط کرنے والے ۷ کبار صحابہ میں شامل تھے۔

۞ ۸ھ جمادی الثانیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کو تین سو افراد کا دستہ دے کر شام کے پہاڑی علاقوں بلی و عذرہ کی طرف بھیجا۔ وہاں بنو قضاعہ کے لوگ مسلمانوں پر حملہ کی نیت سے جمع تھے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک بڑا لشکر جمع ہے چنانچہ انھوں نے کمک طلب کر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوعبیدہؓ کو امیر مقرر کر کے دو سو جانثار بھیجے۔ اور فتح ہوئی، اس جنگ کا نام سریہ ذات سلاسل ہے۔

۞ ۸ھ رجب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ کو ساحل سمندر پر آباد قبیلہ جہینہ کی مہم پر روانہ کیا۔ تین سو مہاجرین و انصار کا سریہ جس میں سیدنا عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہم راہ تھے۔لشکر کا زادِ راہ راستے ہی میں ختم ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے تمام سپاہیوں کا بچا کھچا توشہ اکٹھا کیا۔مشکل سے کھجوروں کی دو تھیلیاں جمع ہوئیں۔وہ ہر شخص کو ایک ایک کھجور دیتے رہے جسے چوس کر وہ پانی پی لیتا۔کھجوریں بھی ختم ہوئیں تو اہل سپاہ درختوں کے پتے توڑ توڑ کر پھانکتے اور پانی نوش کرتے۔آخر کار انہیں ساحل سمندر پر ایک ٹیلے جتنا بڑا مچھلی نما جانور عنبر ملا۔جسے صحابہؓ نے ۱۸ دن تک نوش فرمایا۔

۸ھ رمضان میں حضرت ابوعبیدہؓ غزوہ فتح مکہ میں شریک ہوئے،تب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں پیادہ دستے کی کمان سپرد فرمائی جو شہر میں داخلہ کے وقت آپ کے آگے آگے چل رہا تھا۔

۸ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن کو تبلیغ اسلام کے لیے نصاریٰ کے ایک وفد کے ساتھ نجران بھیجا۔یہی وہ موقع تھا جب آپ نے انہیں امینِ امت کے لقب سے نوازا۔

۹ھ میں آپؓ جزیہ کی وصولی کے لیے بحرین گئے،سیدنا ابوعبیدہ فجر کی نماز کے وقت واپس پہنچے تو انصار جمع ہو گئے۔آپ مسکرائے اور فرمایا،"تم نے سن لیا ہے،ابوعبیدہ کچھ لے کر آیا ہے۔اللہ کی قسم!مجھے تمہاری محتاجی کا کوئی اندیشہ نہیں۔میں تو ڈرتا ہوں کہ تم پر پہلی امتوں کی طرح دنیا کشادہ کر دی جائے گی پھر تم اس کے پیچھے بھاگ کر ویسے ہی ہلاک ہو جاؤ گے جیسے پہلی قومیں ہوئی تھیں۔

دورِصدیقی:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اہل ایمان خلیفہ اول کا انتخاب کرنے کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے۔اس موقع پر حضرت ابوعبیدہؓ بھی موجود تھے۔جب انصار و مہاجرین میں آوازیں بلند ہوئیں،تو حضرت ابوعبیدہؓ نے اٹھ کر کہا،اے گروہ انصار!تم نے سب سے پہلے دست اعانت بڑھایا تھا،اب افتراق و اختلاف میں پہل نہ کرو۔فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں قریش کا حق حکم رانی ثابت ہو گیا۔تو حضرت ابوبکرؓ نے اہل ایمان سے درخواست کی کہ عمر بن خطابؓ یا ابوعبیدہ بن جراحؓ میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ادھر سیدنا عمرؓ نے ابوعبیدہؓ سے کہا،اپنا ہاتھ بڑھاؤ،میں تمہاری بیعت کر لیتا ہوں۔میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن رکھا ہے،"ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ ہے۔"ابوعبیدہؓ نے جواب دیا،میں اس شخص سے کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز کی امامت کے لیے مامور فرمایا اور آپ کی وفات تک اس کے علاوہ کسی نے نماز نہ پڑھائی ہو۔

دوران جنگ آپ کے والد سامنے آئے محبت الٰہی میں آپ نے اپنے باپ کا سر قلم کر دیا۔جنگ احد کی ابتدا میں حضرت ابوعبیدہؓ ان دس یا چودہ فدا کار صحابہ میں شامل تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ سیدنا ابوبکر کے بہترین خیرخواہ اور معاون ثابت ہوئے۔اپنی خلافت کے اگلے روز سیدنا ابوبکر کندھے پر کپڑے کے تھان رکھ کر بیچنے نکلے۔راستے میں سیدنا عمرؓ ملے اور کہا،آپ کے کندھوں پر مسلمانوں کی سرداری کا بار آن پڑا ہے۔یہ کام اس کے ساتھ نہیں چل سکتا۔چلیے،ناظم بیت المال حضرت ابوعبیدہؓ سے مل کر بات کرتے ہیں۔حضرت ابوعبیدہ نے کہا،ہم آپ کے لیے ایک عام مہاجر کی آمدنی کے بقدر وظیفہ معین کر دیتے ہیں۔اس طرح سیدنا ابوبکرؓ کے لیے ۴ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔

13ھ کے آغاز میں حضرت ابوبکر نے حضرت ابوعبیدہؓ کو ۷ ہزار کا لشکر دے کر حمص فتح کرنے کا حکم دیا۔ابوعبیدہ یرموک سے گزرے،انھوں نے ایک پرانے شہر بُصری کا محاصرہ کیا۔جزیہ وصول کرنے کی شرط پر صلح کی اور دمشق کی طرف بڑھے۔وہاں قیصر روم سے

مقابلہ درپیش تھا۔ پہلے اجنادین کی جنگ ہوئی جس میں ابوعبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ دونوں شریک ہوئے۔ رومی شکست فاش سے دوچار ہوئے۔ ۱۳ھ میں اسلامی افواج نے دمشق کا محاصرہ کیا، اسی محاصرے کے دوران میں ۲۲ جمادی الثانی کو حضرت ابوبکرؓ وصال فرما گئے۔

دور فاروقی:

۞ 13ھ ابتدائے عہد فاروقی میں جب کہ دمشق کا محاصرہ جاری تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ کمند کے ذریعے فصیل پھلانگ کر شہر میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ جو تیار فوج لے کر باہر کھڑے تھے اندر داخل ہو گئے۔ رومیوں نے شکست ہوتے دیکھی تو باقی دروازے بھی کھول دیے اور اطاعت تسلیم کر لی۔

۞ 13ھ رجب میں زمام خلافت سنبھالتے ہی سیدنا عمر بن خطابؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو کمانڈر ان چیف کے عہدے سے معزول کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ شام کے سالار اعظم مقرر ہوئے۔ انہی کی سربراہی میں یرموک فتح ہوا ۔حضرت ابوعبیدہ نے یزید بن ابو سفیانؓ کو فلسطین، شرحبیل بن حسنہؓ کو اردن، خالد بن ولیدؓ کو دمشق اور حبیب بن مسلمہؓ کو حمص کا کمانڈر مقرر کیا، اسی لیے انہیں امیر الامرا (کمانڈر ان چیف) بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے فحل میں جمع ہونے والی رومی فوج کو شکست سے دوچار کیا۔ مرج الروم فتح کرنے کے بعد حمص کا رخ کیا۔ سخت سردی کے باوجود ابوعبیدہؓ نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ رومی بالآخر صلح پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد ابوعبیدہؓ لاذقیہ گئے اور ایک مختصر جنگ کے بعد اسے فتح کیا۔ یرموک کے بعد قنسرین، حلب اور انطاکیہ فتح ہوئے پھر حضرتؓ بیت المقدس پہنچے، جہاں عمرو بن عاصؓ محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ بیت المقدس کے پادری نے اصرار کیا کہ امیر المومنینؓ خود آئیں تو چابیاں ان کے حوالے کی جائیں گی تو حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ یہ اُن کا شام و فلسطین کی طرف پہلا سفر تھا۔ جابیہ میں یزید بن ابوسفیانؓ، ابوعبیدہ بن جراحؓ اور خالد بن ولیدؓ نے ان کا استقبال کیا۔

۞ 13ھ میں عیسائیوں نے حمص پر دوبارہ حملہ کیا لیکن منہ کی کھائی۔ یہ آخری معرکہ تھا جو حضرت ابوعبیدہ کو پیش آیا۔ جابیہ اور سرغ کے شہر بھی انھی کے ہاتھوں فتح ہوئے۔

۞ 18ھ ہی میں حضرت عمر تیسری بار شام پہنچے (یہ وہ وقت تھا کہ پورا خطہ خلافت اسلامیہ کے زیر نگیں آ چکا تھا) تو مہاجرین و انصار کا ایک دستہ ان کے ہم راہ تھا۔ سرغ پہنچے تو شام میں طاعون پھیلنے کی خبر ہوئی۔ باہمی مشورہ سے حضرت عمرؓ واپس ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے مدینہ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ کو مدینہ کی طرف بلایا کہ طاعون کی وباء پھیل چکی ہے آپ مدینہ آ جائیں لیکن حضرت نے عذر فرمایا کہ اپنے سپاہیوں کو یہاں اکیلا چھوڑ کر نہیں آ سکتا۔

بالآخر جرنیل اسلام ،جرأت و بہادری کے پیکر امین امت حضرت ابوعبیدہؓ بھی اس موذی مرض کا نشانہ بن گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کی تکلیف شدید ہوئی تو کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔۔۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور انھیں نماز کی امامت کرنے کو کہا۔ دنیائے اسلام کے یہ عظیم سپہ سالار، امین الامت، امیر الامراء سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح اسی جابیہ کے مقام پر دار فانی سے رحلت کر گئے۔ سیدنا معاذؓ ہی نے تجہیز و تکفین کی۔

مؤرخین کے اختلاف کے مطابق جائے مدفن اُردن کے نواحی قصبہ فحل میں یا فلسطین کے قریہ بیسان میں یا رملہ سے بیت المقدس کی طرف ساڑھے تیرہ میل کی دوری پر واقع عمواس میں ہے۔ یہ وہی قصبہ ہے جہاں طاعون کی وبا پھوٹی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے ۵۸ برس عمر پائی۔ سن وفات ۱۸ھ بمطابق ۶۳۹ء ہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت معاذ بن جبل نے ان کی جگہ سنبھالی، وہ بھی طاعون کا شکار ہوئے تو حضرت یزید بن ابوسفیان جانشین بنے۔ حضرت یزید بھی طاعون کے ہاتھوں لقمہ اجل بنے تو ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ امیر شام بن گئے۔ حضرت عمر نے ان کی تقرری کی توثیق کر دی تو ان کی طویل گورنری کا آغاز ہوا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امہات المومنین کے ساتھ حسن سلوک

مولانا عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیرونی زندگی اور خانگی زندگی کے عمل کو سرانجام کے لیے اللہ جل شانہ نے خاص خاص وسائل اور اسباب مہیا فرمادیے، چنانچہ آپ کے سامنے ایسی دو جماعتیں موجود تھیں جنہوں نے اس ضروری فرض کو ایسی خوش اسلوبی اور احتیاط کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچایا کہ ساری دنیا کے سامنے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام زندگی اور خلوت وجلوت کی ایک مکمل تصویر، رشدوہدایت کے لیے موجود ہے۔

پہلی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی اور دوسری جماعت امہات المؤمنین اجمعین کی تھی، جنہوں نے من وعن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام حالات ومعمولات ومعاملات خلوت بلاتکلف امت کے سامنے پیش فرمادیے ہیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارک کا یہ روشن شعبہ بھی شرافت انسانیت کے حصول کے لیے واضح ہوجائے۔

آپ ازواج مطہرات کے حقوق میں پوری مساوات وعدل ملحوظ رکھتے تھے کسی طرح کا فرق نہ کرتے تھے۔ رہی محبت تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ جس کا مجھے اختیار ہے اس کی تقسیم تو میں نے مساوی طور پر کردی لیکن جو بات میرے بس میں نہیں ہے اس پر مجھے ملامت نہ کیجیے گا۔ (اختیاری چیز سے مراد معاملات ومعاشرت اور غیر اختیاری بات سے مراد محبت ومیلان طبع)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق بھی دی لیکن پھر رجوع فرمالیا، ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے ایلا (ایلا کے معنی ہیں کچھ مدت تک بیوی سے علیحدگی کرلینا طلاق نہ دینا) بھی کیا، آپ کے ازدواجی تعلقات حسن معاشرت اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو سے ٹیک بھی لگالیتے اور اسی حالت میں قرآن کی تلاوت بھی فرماتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ ایام سے ہوتیں مگر آپ ان کی طرف التفات فرماتے، ایسا بھی ہوتا کہ بحالت صوم تقبیل کرتے۔

یہ سب آپ کے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسن اخلاق اور لطف وکرم کا نتیجہ تھا، جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ نکل آتا وہی ساتھ جاتیں پھر کسی کے لیے کوئی عذر نہ رہ جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے کہ تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں۔

جب آپ نماز عصر پڑھ لیتے تو تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں روزانہ تشریف لے جاتے، ان کے پاس بیٹھ جاتے، ان کے حالات معلوم کرتے، جب رات ہوتی تو وہاں تشریف لے جاتے جہاں باری ہوتی شب وہی بسر کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اپنی باری کی اتنی پابندی فرماتے کہ کبھی ہم میں کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے اور ایسا شاذ ونادر ہی ہوتا کہ آپ سب ازواج مطہرات کے یہاں روزانہ تشریف نہ لے گئے ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کی لڑکیوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھیلنے کو بلایا کرتے تھے اور جائز امور میں آپ بھی ان کے ساتھ ہوجاتے اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پانی پیتیں تو آپ ان کے ہاتھ سے پیالہ لے کر وہیں لب مبارک لگالیتے جہاں سے انہوں نے پیا تھا اور جب وہ ہڈی پر سے گوشت کھاتیں تو آپ وہ ہڈی جس پر گوشت ہوتا لے کر وہاں سے منہ لگاتے جہاں حضرت عائشہ نے کھایا تھا۔

تین نئے مذہب

قاسم اقبال جلالی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

گزشتہ تین چار سو سال میں بالعموم اور گزشتہ دو سو سال میں بالخصوص جن نئے "مذاہب" کو پروان چڑھایا گیا اُن میں اہم ترین یہ تین ہیں:

سیکولرزم secularism

لبرلزم liberalism

فنڈامنٹل رائٹس / ہیومن رائٹس fundamental rights / Human rights

ان تینوں کو ہم نئے "مذاہب" کیوں کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں مذاہب کا اپنا belief system ہے، ان کے اپنے علماء و فقہاء ہیں، ان کا اپنا تبلیغی لٹریچر ہے اور اس کے باقاعدہ تبلیغی ادارے اور تبلیغی جماعتیں ہیں اور ان کے باقاعدہ "مذہبی تہوار" بھی موجود ہیں جنہیں یہ عالمی سطح پہ مناتے ہیں۔ دیگر مذاہب کی طرح یہ ان مذاہب کے پیروکار بھی اپنے "مذہبی احکامات" کے نفاذ کیلئے نہ صرف یہ کہ جدوجہد کرتے ہیں اور دوسروں پہ سیاسی، سرحدی، دفاعی و معاشی پابندیاں لگاتے ہیں بلکہ پوری ریاستی طاقت اور اپنی "مذہبی اُمہ" کی مدد سے دیگر "مذاہب" کے علاقوں پہ باقاعدہ حملہ آور بھی ہوتے ہیں اور مذہبی جنگیں بھی کرتے ہیں۔

یہ تینوں مذاہب ایک ہی شیطانی چشمے سے نکلے ہوئے ہیں اور یہ تینوں مذاہب باہم متصل و منسلک یعنی interconnected ہیں ان مذاہب کے ماننے والوں میں بھی مختلف مسالک موجود ہیں۔ کچھ بہت بنیاد پرست یعنی fundamentalist ہوتے ہیں جبکہ کچھ میانہ رو ہوتے ہیں۔ تاہم دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی طرح ان مذہب کے پیروکار بھی اپنے مذہب کو قطعی درست مانتے ہیں باقی تمام مذاہب کی باتوں کو رطب و یابس قرار دیتے ہیں۔ اِن تینوں مذاہب کو ایسے ترتیب دیا گیا ہے کہ بظاہر ان کے اندر نہ کوئی خرابی نظر آئے اور نہ ہی کوئی harm feel ہو۔ تاہم یہ مذاہب بظاہر جتنے اچھے معلوم ہوتے ہیں اندر سے اتنے ہی خطرناک، زہریلے اور تباہ کن ہیں۔

اب آتے ہیں ان تینوں مذاہب کے انتہائی مختصر تعارف کی طرف:

سیکولرزم:

سیکولرزم وہ جدید "مذہب" ہے جس کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ روایتی "مذاہب" کا ریاست اور ریاستی امور سے، قانون کی تشریح اور قانون سازی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ مذہب ہر انسان کا ذاتی یعنی نجی private معاملہ ہے۔ ریاست اسلامی، عیسائی، ہندو، یا یہودی نہیں ہو سکتی نہ ہی ریاست کو مذہبی احکامات نافذ کرنے کا کوئی اختیار ہونا چاہئے۔ نیز یہ کہ چونکہ مذہب ایک پرائیویٹ معاملہ ہے لہذا ریاست کو پرائیویٹ معاملات میں مداخلت بھی نہیں کرنی چاہئے اور ہر اُس معاملے سے دور رہنا چاہئے جس کا "تعلق" "مذہب" سے ہو۔

چنانچہ سیکولرزم کے مذہب کو اس قدر ترویج دی گئی اور اپنے علماء یعنی political scientists اور سکالرز کے ذریعے اس کی خوب اشاعت کی گئی اور اپنے مدارس یعنی مغربی تعلیمی اداروں اور اپنی تبلیغی جماعتوں یعنی این جی اوز کے ذریعے اس کو خوب propagate کیا گیا اور دو ڈھائی سو سال کی محنت کے بعد آج پوری دنیا کو اس بات پہ قائل کر لیا گیا ہے کہ مذہب کا ریاست اور ریاستی امور سے کوئی تعلق نہیں۔

اس مذہب کا سب سے اہم ہتھیار سیکولر جمہوری نظام اور سودی بنکاری نظام ہے۔ ہماری مغربی تعلیم یافتہ مقتدر اشرافیہ چونکہ اسی مذہب کے

تعلیمی اداروں اور تبلیغی جماعتوں سے "فارغ التحصیل" ہوتی ہے اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ انہیں اسلام کے نام پہ کوئی قانون بناتے وقت "موت" پڑ جاتی ہے اور مرگی کے دورے آنے لگ جاتے ہیں۔اور اگر کوئی منچلا غلطی سے بھی "خلافت" یا اسلامی ریاست کی بات کر دے تو اِس مذہب کے پیروکار منہ سے "ڈاگ شریف" باندھ لیتے ہیں اور اُن کی باچھوں سے "رال شریف" ٹپکنے لگتی ہے اور انکا بس نہیں چلتا کہ ایسی بات کرنے والوں کی ہڈیاں نوچ ڈالیں اور ان کی نسلیں صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔

لبرل ازم:

لبرل ازم کا جنم بھی سیکولرزم کی ہی سرزمین سے ہوا اور دونوں مذاہب" کا عہدِ پیدائش بھی تقریباً قریب قریب ہی ہے۔لبرل ازم کا سادہ اور آسان ترین تعارف یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے، معاملے یا ایشو کی کوئی بھی ایسی تشریح نہ کی جائے جس کی بنیاد کسی مذہبی کتاب یا مذہبی حکم سے نکلتی ہو۔یعنی آسمانی اعتقادات کی بنیاد پہ کسی بھی مسئلے، معاملے یا ایشو کی نہ تو تشریح کی جائے نہ اس کا حل نکالا جائے بلکہ صرف اور صرف "آزادانہ سوچ" اور free thinking process کو استعمال کیا جائے۔روایتی مذاہب، اللہ اور انبیاء کے دیے گئے احکامات سے آزاد ہو کر ہر مسئلے معاملے اور ایشو پہ بحث کی جائے اور آزادانہ سوچ سے فیصلے کیے جائیں۔

اس مذہب کو ایجاد کرنے کا ایک مقصد یہ تھا کہ معاشرتی اخلاقیات اور گناہ و ثواب کی نئی تشریحات کی جائیں جن کی بنیاد کسی مذہبی حکم یا تعلیم پہ نہ ہو بلکہ Rational thinking کی بنیاد پہ ہو۔چنانچہ لبرلز کے نزدیک "مالی کرپشن" تو گناہ کبیرہ ہے لیکن "شراب نوشی" اور بدکاری انسان کا نجی معاملہ ہے۔ایسے ہی اس مذہب کے پیروکاروں کے نزدیک عورتوں کا

خلیل جبران کہتا ہے

کتنے لوگ ہیں جو سمندروں کی طرح بولتے ہیں۔مگر ان کی سوچ گندے جوہڑوں کی طرح محدود ہے۔

پردہ کرنا تو گناہِ کبیرہ ہے لیکن زبردستی حجاب اتروانا اور حجاب کے خلاف قانون سازی کرنا ثوابِ دارین کا باعث ہے۔اِن کے ہاں عورت کا فیکٹریوں اور ریسٹورنٹس میں کام کرنا تو عملِ ثواب ہے مگر اپنے شوہر، اولاد، سُسر اور ساس کی خدمت کرنا ظلم، ناانصافی، گناہِ عظیم "عورتوں کے حقوق" کے خلاف ہے۔یاد رہے نام نہاد "عورتوں کے حقوق اور عورتوں کی آزادی" کے زیادہ تر علمبردار اسی مذہب کے پیروکار ہوتے ہیں۔اس مذہب کی تبلیغی جماعتیں NGOs کی شکل میں پوری دنیا میں پھیلی ہیں جنہیں اس مذہب کی ترویج سے منسلک عالمی ادارے بھرپور امداد مہیا کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا کا حکمران طبقہ اس مذہب کا پیروکار بنایا جا چکا ہے اور تقریباً پوری دنیا کی مقننہ بھی اسی مذہب کی پیروکار ہے۔حتٰی کہ ہماری زیادہ تر عدلیہ بھی اسی مذہب کی پیروکار ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان جیسے ملک میں جو چند ایک "مذہبی قوانین" باقی بچے ہیں ان کی بھی ایسی ایسی "لبرل تشریحات" کی جاتی ہیں کہ نہ صرف ان قوانین کا حلیہ بگاڑ دیا جاتا ہے بلکہ وہ تشریحات ایک لحاظ سے مذہب میں تحریف شمار ہوتی ہیں۔

ہیومن رائٹس یا فنڈامنٹل رائٹس: Human Rights or Fundamental rights

تیسرا مذہب جس کو خصوصاً گزشتہ صدی میں "بہت" پالا پوسا گیا وہ

ان تینوں مذاہب کا اپنا belief system ہے، ان کے اپنے علماء و فقہاء ہیں، ان کا اپنا تبلیغی لٹریچر ہے اور اس کے باقاعدہ تبلیغی ادارے اور تبلیغی جماعتیں ہیں اور ان کے باقاعدہ "مذہبی تہوار" بھی موجود ہیں جنہیں یہ عالمی سطح پہ مناتے ہیں۔دیگر مذاہب کی طرح یہ ان مذاہب کے پیروکار بھی اپنے "مذہبی احکامات" کے نفاذ کیلئے نہ صرف یہ کہ جدوجہد کرتے ہیں اور دوسروں پہ سیاسی، سرحدی، دفاعی و معاشی پابندیاں لگاتے ہیں بلکہ پوری ریاستی طاقت اور اپنی "مذہبی اُمّہ" کی مدد سے دیگر "مذاہب" کے علاقوں پہ باقاعدہ حملہ آور بھی ہوتے ہیں اور مذہبی جنگیں بھی کرتے ہیں۔

ہے ہیومن رائٹس یا فنڈامنٹل رائٹس ہے۔ یہ ایک ہی مذہب کے دو نام ہیں جنہیں sugar quote کر کے عوام کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ دیکھیں، سب سے پہلے یہ کیا گیا کہ مذہب اور ریاست کو الگ کر دیا گیا اور کہا گیا کہ مذہب پہ عمل کروانا یا مذہبی احکامات کو نافذ کروانا ریاست کا کام نہیں۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ کسی بھی معاملے میں ریاست مذہب کی بنیاد پہ کوئی قانون نہیں بنائے گی۔ پھر جب سوال یہ آیا کہ آئین و قانون کس بنیاد پہ بنائے جائیں گے تو دوسرے مذہب یعنی لبرلزم سے مدد لی گئی اور کہا گیا آزادانہ سوچ کو بروئے کار لایا جائے گا free thinking process کے ذریعے قوانین بنائے جائیں گے۔ چنانچہ اسی بنیاد پہ ریاستوں کے آئین بنائے جانے لگے اور اُن آئینوں میں ریاست کو بہت سی طاقتیں دی جانے لگیں مگر ساتھ ہی ایک چیپٹر یہ بھی شامل کر دیا جانے لگا کہ کچھ ایسے بنیادی انسانی حقوق' ہوں گے جن کا مہیا کرنا اور ان کی حفاظت کرنا ریاست کی ذمہ داری ہوگی۔ مثلاً روزگار کا حق، جینے کا حق اور تعلیم کا حق وغیرہ وغیرہ۔

تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بنیادی انسانی حقوق کے معاملے کو بھی اُسی سمت لے جایا جانے لگا جس جانب لے جانے کی پہلے سے پلاننگ کی جا چکی تھی۔ اور اس ''مذہب'' نے بھی اپنے دائرے کو پھیلانا شروع کر دیا اور اب بات اس نہج پر پہنچا دی گئی ہے کہ چند ایسے نام نہاد حقوق وضع کر دیئے گئے ہیں کہ جن میں ریاست کو بھی مداخلت کا اختیار نہیں اور ان حقوق سے متعلق فیصلہ عام انسان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور انسان کو بہت سے معاملات میں، جن کا بنیادی اثر براہ راست معاشرے کی اخلاقیات پہ پڑے گا، خود مختار کر کے مادر پدر آزاد کر دیا گیا ہے۔ یہ ہے اس مذہب کا خلاصہ۔

یعنی پہلے مذہب کو ریاست سے بے دخل کیا گیا پھر بچ جانی والی ریاست کے قوانین کو آزادانہ سوچ کے تابع کر دیا گیا اور کہا گیا اپنے شہریوں کیلئے آزادانہ سوچ سے جو چاہو قانون بناؤ، اور اب اِس تیسرے مذہب کے ذریعے ریاست پہ بھی پابندی لگا دی گئی اور چند اہم ترین معاملات میں ریاست کو بھی انسان کی زندگی سے بے دخل کر دیا گیا اور انسان کو مادر پدر آزادی دے دی گئی کہ وہ جو چاہے کرے، ریاست کا اِن مخصوص معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ فلاں فلاں کام انسان کا بنیادی حق ہیں۔

پہلے مذہب کو ریاست سے بے دخل کیا گیا پھر بچ جانے والی ریاست کے قوانین کو آزادانہ سوچ کے تابع کر دیا گیا اور کہا گیا اپنے شہریوں کیلئے آزادانہ سوچ سے جو چاہو قانون بناؤ، اور اب اِس تیسرے مذہب کے ذریعے ریاست پہ بھی پابندی لگا دی گئی اور چند اہم ترین معاملات میں ریاست کو بھی انسان کی زندگی سے بے دخل کر دیا گیا

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہم جنس پرستی کو بہت سے مغربی ممالک بنیادی انسانی حق' تسلیم کر چکے ہیں اور ہم جنس شادیوں کو اس بنیاد پہ قبول کیا جا رہا ہے کہ یہ نجی' معاملہ ہے، ریاست کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اب چونکہ پوری مغربی سوسائٹی کی اس حوالے سے programming کی جا چکی ہے کہ مذہب کی بنیاد پہ ریاست کو کوئی قانون بنانے کا اختیار نہیں، لہٰذا وہاں کے بچے کھچے مذہب پرست عیسائی اور یہودی بھی علامتی احتجاج پہ ہی اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ سیکولرزم مذہب کے پیروکار انتہائی شدت پسند ہیں اور وہ ان کا جینا حرام کر دیں گے۔

ایسے ہی ہم دیکھتے ہیں کہ جنسی تعلقات اور بنا شادی کے ایک ساتھ رہنا بھی ''بنیادی انسانی حقوق'' میں شامل کیا جا چکا ہے۔ ایسے ہی freedom of speech یعنی مادر پدر آزاد آزادیِ اظہار رائے اور

فریڈم آف ایکسپریشن کو بھی بنیادی انسانی حقوق میں شامل کیا جاتا ہے جس کی چھتری تلے آسمانی مذاہب کے انبیاء کے خاکے بنائے جاتے ہیں اور مذاہب، مذہبی کتب و مذہبی تعلیمات کی توہین کی جاتی ہے۔ نیز لباس کی عریانیت کی کھلی چھٹی دی جاتی کہ یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے کہ وہ جیسے چاہے کپڑے پہنے، بلکہ یہ بھی اسکا بنیادی حق ہے کہ وہ چاہے تو بنا کپڑے پہنے سڑکوں پہ گھومے۔ چنانچہ فرانس میں میرے ایک کلاس فیلو دوست نے ایک خاتون کو مکمل برہنہ بازار میں گھومتے دیکھا اور لوگوں کے پوچھنے پہ خاتون نے انہیں "انسانی حقوق" کا بھاشن دیا اور کہا کہ یہ اسکا بنیادی حق ہے کہ وہ جو مرضی پہنے، چاہے تو کچھ بھی پہنے بنا گھومے۔

اس مذہب کے پیروکار منافقت کے اعلیٰ ترین درجے پہ فائز ہوتے ہیں۔ منافقت میں ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔ ایک طرف خودکشی کو بنیادی انسانی حق قرار دے کر یورپ میں اس پہ قانون سازی کروائی جارہی ہے جبکہ دوسری جانب "انسانی حقوق" ہی کی بنیاد پہ یورپ سے قتل کے بدلے سزائے موت کے قوانین ختم کیے جاچکے ہیں اور مسلم ممالک پہ بھی سزائے موت ختم کرنے کیلئے بھرپور دباؤ برقرار رکھا جاتا ہے۔ مثالیں بہت ہیں مگر تفصیلات پھر کبھی۔

حیران کن بات یہ ہے کہ چند ایک اسلامی سکالرز کے علاوہ کسی نے بھی یہ بات identify نہیں کی کہ مذکورہ بالا تینوں phenomenon محض نظریات یا تھیوریز نہیں بلکہ باقاعدہ "مذاہب" ہیں۔ موجودہ دور کے زیادہ تر نام نہاد moderate Muslims اور enlightened moderation کے حامی مسلمان، اور نام نہاد progressive thinking یعنی ترقی پسند سوچ کے حامل افراد بنیادی طور پہ انہی تین مذاہب کے پیروکار ہوتے ہیں۔

بقیہ علامہ اقبال کا عشق رسول ﷺ

عشق رسول ﷺ کا معیار تقلید رسول ﷺ:

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے جس عظیم ترین انسانی ہستی کی مدح سرائی کی اس پر اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے صلوۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ ایسی بے نظیر ہستی کی شان دیکھئے کہ خود خالق کائنات اس کا گرویدہ ہے۔ دنیا کی تاریخ کے اوراق الٹتے جائیں آپ کو کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہمہ جہت، مجموعہ کمالات، مونس وغم خوار اور انقلابی شخصیت نظر نہیں آئیگی جس میں تمام ظاہری اور باطنی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہوں۔ بلاشبہ آپ کی رسالت تمام دنیا والوں کیلئے بہترین نمونہ عمل اور اسوہ کامل کی حامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام امیر وغریب حاکم ومحکوم، سپہ سالاروں، سیاستدانوں، مصلحین، مفکرین قانون سازوں اور رہنماؤں وغیرہ کیلئے اسوہ حسنہ کی حیثیت رکھتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسو حسنہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ بہترین نمونہ عمل ہیں قارئین کرام۔۔۔! شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ اور عشق رسول کے عنوان پہ لکھنے اور ان کے نعتیہ کلام کا مکمل جائزہ لینے کیلئے کئی صفحات درکار ہیں۔ نعت پیغمبر نے انکے کلام پر ابدیت اور ان کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مہر ثبت کردی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شاعرِ مشرق کے کلام کے متن میں قرآنی تعلیمات اور عشقِ رسول کی روح بولتی ہے تو یہ مبالغہ نہیں۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کے نزدیک عشق رسول کا معیار تقلیدِ رسول ہے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسوہ رسول کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے۔

(میلادالنبی کے موقع پر تقریر 1926ء)

بقیہ: حضرت شیخ الہند کے مالٹا میں گزرے ایام

اور پھر پیشاب کا عارضہ بھی تھا، بار بار وضو کرنا پڑتا مگر مجال ہے کبھی بھی اس کی پرواہ کی ہو۔ مالٹا کی تکلیف دہ اور بامشقت اسارت تقریباً چار سال پر محیط تھی۔ لیکن یہ اسیری اس بوڑھے شجر کی جڑوں کو کمزور اور ارادوں کو مضمحل نہ کرسکی۔ اور بالآخر وہ دن آ گیا جس کی بہ ظاہر کوئی امیدیں نہیں تھیں۔ 12 مارچ 1920ء کو آپ کو اپنے رفقاء سمیت سرکاری سکیورٹی میں روانہ کردیا گیا۔ سیدی بشر اور سویس میں آپ کے قیام کے بعد تین ماہ بعد 07 جون 1920ء آپ کو بمبئی میں چھوڑا گیا تب معلوم ہوا کہ آپ کو رہا کر دیا گیا ہے۔

اقبال کے عقابی جواں

سیف الرحمٰن حیدری

اس کرہ ارض پر حق وباطل کی کشمکش اوران کے مابین چپقلش کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی بنی نوع انسان کی تاریخ، باطل ہمیشہ حق کی بیخ کنی کر کے اسے قصہ پارینہ بنانے کے ناپاک عزائم لے کر سامنے آیا تو حق تعالیٰ نے ایسی شخصیات کا انتخاب کیا جنہوں نے باطل کے تمام خوابوں کو چکنا چور کر دیا اور اس کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا، باطل نے حق کے خلاف مختلف محاذ شروع کیے لیکن یہ بات بھی ”اظہر من الشّمس“ ہے کہ حق والوں نے اپنی قوت وغیرت ایمانی کے بل بوتے پر اسے ذلت کی دھول چٹائی۔

دوبدو مقابلے سے گھبرا کر مشین کی جنگ پر اتر آیا، وہاں سے اس نے پینترا بدلا اور اور ایک نئے روپ میں ایک سرد جنگ (Idiology War) کا آغاز کیا جس کا میدان لوگوں کے دل ودماغ تھے، بظاہر وہ اس میں کامیاب ہوا کہ اس نے حق والوں کو ان کے نظریات، مقدسات اور شریعت سے اکثر وبیشتر نابلد کر دیا، ان کے نظام تعلیم، ثقافت، تہذیب وتمدن پر حملہ کر کے ان کے جوانوں کے دل ودماغ کو شیطانی دامن تزویر میں پھنسا کر انہیں حق کی روشنیوں سے محروم رکھا اور سب سے بڑھ کر انکی جمعیت کو توڑا اور قرآنی احکامات، حدیث نبوی اور سیرت صحابہ سے کوسوں دور رکھا، لیکن یہ بھی قدرت خداوندی کا کرشمہ ہے کہ ”لکل فرعون موسیٰ“ کے اصول پر حق گو جوان اس عفریت کی راہ میں دیوار بن کر حائل ہوئے جنہوں نے ایک چھوٹے یونٹ سے لیکر ملکی سطح تک نوجوانوں کی ذہن سازی کر کے انہیں باطل کے اس وار کے مقابلے میں بھی سینہ سپر کیا۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن انہیں نوجوانوں کی انجمن ہے، جنہوں نے معصوم دل ودماغ میں حق کے دیپوں کو جلایا اور انہیں اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی دستور حیات سے روشناس کروا کر حق کی حقیقی روشنیوں کی طرف مائل کیا۔ جنہوں نے جوانوں کی علمی وروحانی تربیت کر کے ان کو معاشرے کا ایک مضبوط ستون بنایا۔ ایم ایس او روایتی طلبہ تنظیموں کی طرح نہیں جو آپس کا گٹھ جوڑ کر کے اساتذہ، یونیورسٹی وکالج انتظامیہ اور خاص کر ٹرانسپورٹ مالکان کے لیے دردسر بنے ہوئے ہیں۔ اور جنہیں اپنی طلبہ برادری کی ذہنی نشوونما کی کوئی پرواہ نہیں۔

ایم ایس او ایک طرف معاشرے میں پھیلے بے ادبی اور بد تہذیبی کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑنے کا عزم وارادہ رکھتی ہے تو دوسری طرف مسلم ملت کی اس جمعیت کو ایک پلیٹ فارم مہیا کرنے کا پھریرا لہرا رہی ہے، جس کا شیرازہ ”لارڈ میکالے“ کے تعلیمی نظام نے بکھیر دیا تھا۔ ملا ومسٹر کی تفریق مٹاتے ہوئے حق گو جوانوں کا یہ گروہ ”غلبہ اسلام اور استحکام پاکستان“ کا خوبصورت نصب العین لیے مادر وطن کی گلی کوچوں میں تربیتی واصلاحی نشستیں منعقد کر کے جوانوں کے دلوں میں اقبال مرحوم کی حقیقی روح پھونکنے کا عزم رکھے ہوئے ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جب اقبال کے یہ شاہین لارڈ میکالے کے متعفن نظام کو خیر باد کہتے ہوئے علماء کرام کی زیر نگرانی اپنی منزل مقصود تک پہنچ کر پاکستان کو حقیقی اسلامی فلاحی مملکت بنائیں گے۔ اور ایک مضبوط اسلامی معاشرہ کی تشکیل کریں گے۔

اللہ رب العزۃ ان جوانوں کے حوصلے سلامت تا قیامت رکھے۔

بقول اقبال:

رہے ہیں اور رہیں گے فرعون میری گھات میں
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے ید بیضاء

نقیب کا مہمان

سابق ناظم اعلیٰ مولانا محمد احمد معاویہ سے ایڈیٹر نقیب طلبہ عبدالرؤف چوہدری کی گفتگو

سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب: صحابی کی متفقہ تعریف جو جمہور محدثین وفقہاء کے نزدیک معتبر ومستند ہے، وہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ذکر فرمائی ہے: "وهو من لقي النبي ﷺ مؤمنا به، ومات على الإسلام، ولو تخللت ردة في الأصح۔" "صحابیؓ وہ ہے جس کی نبی کریم ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات ہوئی، اور اسلام پر اس کی وفات ہوئی ہو۔" اس سے یہ بات پوری طرح مبرہن اور واضح ہو جاتی ہے کہ جمہور علماء کی رائے کے موافق ہر اس مسلمان کو صحابی کہا جائے گا جو ایک گھڑی کے لیے بھی نبی کریم ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوا ہو۔

سوال: کیا جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم بھی انبیاء کرام کی طرح انتخاب خداوندی ہے؟

جواب: جی بالکل انسانوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد از انبیاء وہ طبقہ انسانی ہیں جن کا انتخاب اللہ نے فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ پر نازل کی گئی، خواہ وہ وحیِ الٰہی قرآن کریم کی صورت میں ہو یا سنتِ رسول اور احادیثِ رسول ﷺ کی صورت میں ہو۔ حضور اکرم ﷺ سے اس وحیِ الٰہی اور دینِ اسلام کو لینے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی نے صحابہ کرام ﷺ جیسی مقدس جماعت کو حضور اکرم ﷺ کی صحبت، تعلیم اور تلقین کے لیے منتخب فرمایا۔ اور اس پہ آیات قرآنیہ، احادیث رسول ﷺ، صحابہ کرام کے اقوال اور مشاہیر امت کے فتاویٰ موجود ہیں۔ چنانچہ آیات قرآنیہ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ، أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ۔ (الحجرات:۷)

ترجمہ: "پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھبا دیا (اچھا دکھایا) اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی، وہ لوگ وہی ہیں نیک۔"

دوسری جگہ فرمایا: أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ۔ (المجادلۃ:۲۲)

ترجمہ: "ان کے دلوں میں اللہ نے لکھ دیا ہے ایمان اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے۔" اگر فطرت سلیم ہو تو سمجھ آتا ہے کہ اللہ کی طرف ایمان کا لکھا جانا ہی انتخاب خدا ہے۔

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: "محمد (ﷺ) رسول ہے اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے گا ان کو رکوع میں اور سجدہ میں، ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، نشانی (پہچان، شناخت) ان کی اُن کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے۔" اس آیت میں "وَالَّذِينَ مَعَهُ" عام ہے، اس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں، اس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیہ اور ان کی مدح وثنا خود مالکِ کائنات کی طرف سے آئی ہے۔

احادیث رسول ﷺ پہ نظر کی جائے تو حضور ﷺ کا فرمان، ان الله اختارني و اختار لي اصحابي... الخ کہ اللہ نے میرا انتخاب کیا اور میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب فرمایا۔۔۔ اس سب

کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ کو دیکھا جائے تو یہ اور واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام انتخاب خداوندی ہیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود کا فرمان ہے کہ۔ "إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ، فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّئٌ۔" (مسند احمد، رقم الحدیث:۳۴۶۸) "اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب کو ان سب قلوب میں بہتر پایا، ان کو اپنی رسالت کے لیے مقرر کر دیا، پھر قلب محمد کے بعد دوسرے قلوب پر نظر فرمائی تو اصحاب محمد کے قلوب کو دوسرے سب بندوں کے قلوب سے بہتر پایا، ان کو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت اور دین کی نصرت کے لیے پسند کر لیا۔" چنانچہ علامہ سفارینیؒ فرماتے ہیں: "اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہؓ کو پاک صاف سمجھے، ان کے لیے عدالت ثابت کرے، ان پر اعتراضات کرنے سے بچے، (عقیدہ سفارینی، ج:۲، ص:۳۳۸)

جمہور علماء کی رائے کے موافق ہر اس مسلمان کو صحابی کہا جائے گا جو ایک گھڑی کے لیے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوا ہو۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو منصب ہے، اللہ نے ان کو جو رتبہ دیا ہے اس کا تعلق اعمال کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ وہ مقام اور رتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حالت ایمان میں ملاقات پہ حاصل ہوا ہے۔ جب اس رتبہ کی بنیاد ہی اعمال نہیں ہے تو ان کو کچھ اعمال کی بنیاد پہ مطعون بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اہلسنت کے قلوب کو صحابہ واہلبیت کی محبت سے یکساں منور فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے ہم لوگ اعتدال کے ساتھ ان ہستیوں کا تذکرہ عبادت جان کر کرتے ہیں۔

سوال: اہل سنت کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات اہل بیت اطہار کا تذکرہ نہیں کرتے اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بالکل ہی خلاف حقیقت ہے۔ اہلسنت والجماعت کا مسلک ہی مسلک اعتدال ہے۔ ہمیں اس پہ ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اہلسنت کے قلوب کو صحابہ واہلبیت کی محبت سے یکساں منور فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے ہم لوگ اعتدال کے ساتھ ان ہستیوں کا تذکرہ عبادت جان کر کرتے ہیں۔ یاد رکھیں معترضین کا مسئلہ یہ نہیں کہ ہم اہل بیت کا تذکرہ کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا اعتراض اس تذکرہ میں اہل بیت کے مخصوص افراد کے بارہ میں غلو کرنے پہ ہے۔ یار لوگوں کا حال یہ ہے کہ چند افراد کے علاوہ بقیہ خاندان کو چھوڑیں پیغمبر کی اولاد کو بھی اہل بیت میں شامل نہیں سمجھتے۔ حال یہ ہے،، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے،، خود اہل بیت کے منکر اور اعتراض اہلسنت پہ۔ الحمدللہ ہم تذکرہ اہل بیت میں پیغمبر کی ازواج، بنات، اولاد اور خاندان کے تمام افراد کو شامل رکھتے ہیں۔ چاہے ان کا بیان قرآن میں آیا ہو یا احادیث طیبہ میں آیا ہو۔ ہمارے اسلاف کی اس عنوان پہ کئی ایک کتب، تحریریں اور تقاریر ریکارڈ پہ موجود ہیں۔

سوال: بعض صحابہ سے جو خطائیں ہوئیں، جیسے جنگ احد سے کچھ دیر کے لیے ادھر ادھر ہو گئے ایسی خطاؤں کا سہارا لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الفاظ کسے جاتے ہیں، ان خطاؤں کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: سب سے پہلی چیز یہ سمجھ لیں کہ ہم اہل سنت کے نزدیک انسانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں ہے۔اسی لیے ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معصوم نہیں سمجھتے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاء کے صدور کا امکان ہے۔یاد رہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جن خطاؤں کا صدور ہوا ہے جیسا کہ آپ نے غزوہ احد سے بھاگنے کا ذکر کیا،ان تمام میں اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا۔اوراس معافی کے اعلان کو قران کا حصہ بنادیا۔اب بعداز معافی ان پہ کسی قسم کا اعتراض نہیں رہتا۔بلکہ خود باری تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے لیے استغفار کا حکم بھی دیا اور آئندہ مشاورت کا حکم بھی دیا۔جیسا کہ ارشاد باری ہے: فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الامر ۔دوسری بات ان کی خطاؤں میں اک تکوینی حکمت شریعت کی تکمیل بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض افراد سے صادر ہونے والی خطاؤں کو حدود وقصاص اور احکام شریعہ کے لاگو ہونے کا ذریعہ بنایا تاکہ یہ چیز امت کے لیے مشعل راہ بن سکے۔آپ خود سوچیں اگر سزاء، جزاء، اور حدود قصاص کے اجراء کی عملی صورت ہی نہ ہوتی تو آج کس نے اس کا نفاذ ممکن ماننا تھا۔اس زاویہ سے دیکھا جائے تو ان کی خطاء بھی رحمت کی ایک صورت ہے۔لہذا اس کی آڑ لیکر ان مقدس شخصیات پہ استہزاء، کرنا ایمان کی بربادی ہے۔

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو باہمی معاملات وتنازعات ہوئے،جن کو مشاجرات صحابہ کہا جاتا ہے،ہمیں ان کے متعلق کیا عقیدہ رکھنے کا حکم ہے۔

جواب: باہمی معاملات وتنازعات کے بارے میں جاننے سے پہلے اک بات سمجھنی چاہیے۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو منصب ہے،اللہ نے ان کو جو رتبہ دیا ہے اس کا تعلق اعمال کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ وہ مقام اور رتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حالت ایمان میں ملاقات پہ حاصل ہوا ہے۔جب اس رتبہ کی بنیاد ہی اعمال نہیں ہے تو ان کو کچھ اعمال کی بنیاد پہ مطعون بھی نہیں کیا جاسکتا۔کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قران پاک میں والسابقون الاولون من المهاجرين وال انصار و الذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم۔۔۔الخ اور وكلاً وعدالله الحسنى۔۔۔میں تمام صحابہ کرام کے بارے جنتی ہونے کی بشارت دے دی ہے۔رہی یہ بات مشاجرات کے بارے کیا عقیدہ ہے تو اس بارے آئمہ کرام اور اسلاف امت کا دوٹوک فیصلہ موجود ہے کہ ان کے ان اعمالات کے بارے میں اپنی زبان کو روک کے رکھیں۔اور ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ایک مجتہد تھا اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد پہ عمل کیا،اللہ ان کے اعمال پہ ان کو اجر ہی دے گا۔ان میں سے ہر ایک بعداز مشاجرات بھی عادل ہی رہا ہے۔

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدکلامی اور بے ادبی کے متعلق کیا حکم ہے اور اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی وجہ رکھنا واجب ہے۔ان کے بارے بدکلامی سے اپنے آپ کو بچانا بھی واجب ہے۔بلکہ ان کے بارے بدکلامی کرنے سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد فرامین منع فرمایا ہے۔چنانچہ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے لیے میرے صحابہ کے معاملہ میں ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا،جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھنے والا ہے وہ دراصل میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔خطیب بغدادی امام ابوزرعہ سے نقل کرتے ہیں کہ جسے تم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بدکلامی کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا اس پہ اتفاق ہے کہ صحابہ کرام سارے ہی عادل تھے،جو بھی ان کی مخالفت پہ اترے وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔اس لیے ان حضرات کے بارے بدعقیدگی اور بدکلامی سے بچنا چاہیے تاکہ ہماری دنیا وآخرت برباد نہ ہو۔اس سے بچنے کا آسان حل یہ ہی ہے کہ اپنی آنے والی نسلوں کو ان کے اصلی منصب اور ان کی تعلیمات اور سیرت سے بھرپور روشناس کرایا جائے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شاعر مشرق

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

لفظ "عشق" روز مرہ کی اصلاح اور معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن رسول اکرم ﷺ کے ساتھ عشق ایک وسیع اور خصوصی جذبہ عقیدت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لغت کے لحاظ اور معنی کے طور پر لفظ "عشق" کی تعریف گہری محبت یعنی (Great Passion) ہے۔ لیکن عشق رسول ﷺ میں لفظ "عشق" نہایت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ لکھتے ہیں "عشق کسی شے کو اپنے اندر جذب کر لینے اور اپنا جزو حیات بنا کر اپنا لینے کا نام ہے"۔ مغربی مفکرین نے بھی عشق کی اسی قسم کی تعریف کی ہے۔ برٹرینڈ رسل کے خیال میں حیات انسانی میں رنگینی اور دلچسپی کا وجود دو قدروں سے ہے ایک علم اور دوسرے عشق۔

اردو زبان کے دو عظیم شاعر، شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ اور الطاف حسین حالیؒ نے عشق رسول ﷺ پر انتہائی گہرائی اور گیرائی سے اپنے اپنے کلام میں اظہار کیا ہے

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نہ صرف بلند پایہ مفکر اور عظیم المرتبت شاعر تھے بلکہ وہ بہت بڑے عاشق رسول بھی تھے۔ ان کی منظومات، خطوط اور دیگر نثر پارے اس امر کے شاہد ہیں کہ انہیں حبیب خدا اور محبوب کبریا ﷺ کی ذات وصفات مجموعہ کمالات سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ نبی کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی آبدیدہ ہوجاتے تھے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی سوانحِ حیات کا بغور مطالعہ کیا تھا جس کی بنا پر انکے موروثی عشقِ رسول میں بہت زیادہ پختگی اور وارفتگی کی مثال پیدا ہوگئی تھی۔

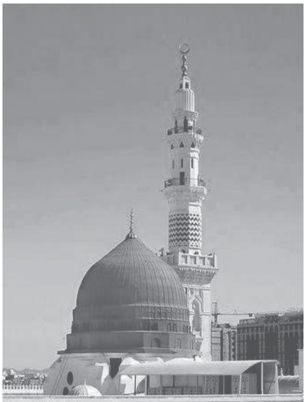

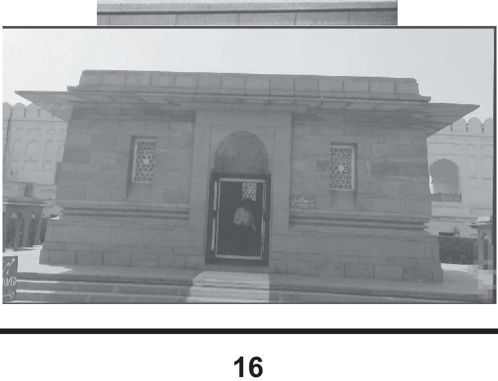

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری کے تار و پود میں عشقِ رسول کا جذبہ اس قدر رچا بسا تھا کہ جس طرح سونے کی انگوٹھی میں ہیرے کا نگینہ جڑا ہو۔ سچے عاشق رسول کے سامنے جب نبی پاک ﷺ کا ذکر ہوتا ہے تو اس کی دلچسپی اور دلجمعی دیکھنے والوں کو تعریف پہ مجبور کر دیتی ہے ۔عاشق کے سامنے جب محبوب کا ذکر ہوتا ہے تو وہ جذبات پہ قابو نہیں رکھ سکتا ۔یہی سلسلہ شاعر مسرق علامہ محمد اقبالؒ کا بھی تھا جب ان کے سامنے "اسم محمد ﷺ" آتا یا ان کے کان اس اسم مبارک کو سنتے تو ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوجاتے اور دل بے تاب و بے قرار ہوجاتا۔

فقیر سید وحید الدین روزگار فقیر میں لکھتے ہیں: ڈاکٹر صاحب کا دل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گداز کر رکھا تھا۔ زندگی کے آخری زمانے میں تو یہ کیفیت اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ ہچکی بندھ جاتی تھی اور وہ کئی منٹ تک مکمل سکوت اختیار کر لیتے تھے تا کہ اپنے جذبات پر قابو پا سکیں اور گفتگو جاری رکھ سکیں۔ (روزگار فقیر)

علامہ محمد اقبالؒ کا یہی عشق رسول ہمیں ان کی اردو اور فارسی شاعری میں بھی نظر آتا ہے۔ اپنی شاعری کو فیضان رسول قرار

دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں

تب و تاب دل از سوز غم تست
نوائے من ز تاثیر دم تست

(میرے دل میں جو گرمی اور بے تابی ہے آپ کے سوزِ غم کی بدولت ہے۔ میرے نالے آپ ہی کی توجہ کا فیضان ہے۔)

شعراء کرام اپنے کلام میں زیادہ تر جذبہ محبت کی شدت اور ذاتی حالات پر زور دیتے ہیں بہت کم شعرا جذبات کی شدت کے ساتھ ساتھ بلندی افکار اور جدتِ خیالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ بہترین شاعر ہونے کے علاوہ بلند مرتبہ فلسفی اور مفکر بھی تھے اسلئے انہوں نے بڑی خوبصورتی سے گہرے جذبات کو اعلی افکار کے ساتھ اس طرح ملا دیا کہ انکی شاعری کو نئی آب و تاب میسر تھی۔ وہ اپنے جذبات اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک عالم دنیا کو اس انداز سے پیش کیا کرتے تھے کہ دنیا محو حیرت ہو جاتی۔

جبرائیل بھی آئینہ رسالت کا جوہر

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کی نظروں میں عشق رسول ہی حاصل دنیا و دین تھا اور اس کا سرچشمہ وہ ذات اقدس ہے جس کے طفیل سارے عالم کی تخلیق ہوئی اور جس کی وجہ سے یہ دنیا قائم ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے ان اشعار کو پڑھیے اور محسوس کیجیے کہ شاعر نے جب یہ اشعار کہیں ہوں گے تو اس کے دل کی کیا کیفیت ہوگی

جہاں از عشق و عشق از سینہ تست
سروش از مئے دیرینہ تست
جز ایں چیزے نمی دانم ز جبریل
کہ او یک جوہر از آئینہ تست

ترجمہ: دنیا عشق کی دولت سے قائم ہے اور عشق کی دولت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سینہ مبارک سے حاصل ہوتی ہے۔ اس عشق میں سرور اس شراب کہن سے پیدا ہوتا ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کشید فرمائی اور پلائی۔ مجھے جبرئیل کی بابت بھی صرف اتنا معلوم ہے کہ جبرئیل بھی آئینہ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک جوہر کا نام ہے۔

مری دانش ہے افرنگی ،مرا ایماں ہے زُناری

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کا عشق رسول اس کمال پر پہنچا ہوا تھا کہ بسا اوقات فرط جذبات سے مغلوب ہو کر وہ اپنی اور مسلمانان عالم کی بے بسی و بے کسی کی فریاد براہ راست رحمت للعالمین کے حضور کرنے لگتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے روبرو تشریف فرما ہیں اور آپ ان فریاد رسی کی التجا کر رہے ہیں۔ جیسا کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے

تو اے مولائے یثرب !آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی ،مرا ایماں ہے زُناری
کرم اے شہہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تونے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ قلندری
دگرگوں کرد لادینی جہاں را
ز آثار بند گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ با صدیق داری
پشورے آور ایں آسودہ جاں را

ترجمہ: ساری دنیا کو لادینی نے دگرگوں کر دیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ دنیا والے روح کو بھی جسم کے آثار میں شمار کرنے لگے ہیں۔ جو فقر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو بخشا تھا اس سے ہماری بے حس روحوں میں سوز و حرکت پیدا فرما دیجیے۔

علامہ کی سوچ و فکر اطاعت رسول:

آج ہم مسلمان عشق رسول کا دعوی تو کرتے ہیں لیکن ہمارا کردار اس کے برعکس ہے۔ دعوی عشق اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اتباع و اطاعت محبوب نہ ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل و عمل پر نظر رکھتے اور دل وجان سے ان کی تقلید کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حج کو جاتے تو بلا کسی ظاہری سبب کے جابجا رکتے یا اٹھتے، بیٹھتے جاتے۔ کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر حج میں جس جگہ جس حالت اور جس انداز میں دیکھا، میں چاہتا ہوں کہ ان طریقوں پر جوں کا توں عمل کروں۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ جمعہ کے لیے مسجد میں آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ یکا یک ان کے کان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی کہ بیٹھ جاؤ۔۔۔! حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اس وقت دروازے پر تھے سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ کو بیٹھے دیکھا تو فرمایا اے ابن مسعود۔۔! آگے آجاؤ۔

علامہ اقبال نے سیرت رسول وصحابہ کا بغائر مطالعہ کیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ بغیر اطاعت رسول کے قربت رسول بلکہ قربت خدا بھی ممکن نہیں ہے۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے سنت رسول کی پیروی کو اپنا شیوۂ حیات بنالیا تھا۔ جوہر اقبال میں ایک عجیب اور بصیرت افروز واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جس سے علامہ اقبال کے جذبہ شوق واطاعت رسول کا اندازہ ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ پنجاب کے ایک دولت مند رئیس نے ایک قانونی مشورے کے لیے اقبال اور سر فضل حسین اور ایک دو مشہور قانون دان اصحاب کو اپنے ہاں بلایا، اور اپنی شاندار کوٹھی میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ رات کو جس وقت اقبال اپنے کمرے میں آرام کرنے کے لیے گئے تو ہر طرف عیش و تنعم کے سامان دیکھ کر، اور اپنے نیچے نہایت نرم اور قیمتی بستر پا کر معاً ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ جس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے صدقے میں آج ہم کو یہ مرتبے حاصل ہوئے ہیں، اس نے بوریے پر سو کر زندگی گذار دی تھی۔ یہ خیال آنا تھا کہ آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی۔ اسی بستر پر لیٹنا ان کے لیے ناممکن ہو گیا۔ اٹھے اور برابر کے غسل خانے میں جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گئے، اور مسلسل رونا شروع کر دیا۔ جب ذرا دل کو قرار آیا تو اپنے ملازم کو بلوا کر اپنا بستر کھلوایا، اور ایک چارپائی اسی غسل خانے میں بچھوائی۔ اور جب تک وہاں مقیم رہے، غسل خانے ہی میں سوتے رہے۔ یہ وفات سے کئی برس پہلے کا واقعہ ہے۔

(محمد حسنین سید۔ جوہر اقبال۔ ص 40-39، مطبوعہ مکتبہ جامعہ دہلی 1938)

بولہبی اور بے دینی:

علامہ محمد اقبالؒ کی زندگی اور ان کی شاعری عشق رسول کے جذبے سے مملو ہے۔ ذات محمدی تک رسائی کو ہی وہ سراپا دین قرار دیتے تھے۔ اس کے علاوہ سب کچھ ان کی نظروں میں بولہبی اور بے دینی ہے

به مصطفی برساں خویش را که دین همه اوست
اگر به او نرسیدی تمام بولهبی است

ترجمہ: حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ سے خود کو متصل کر لو کیونکہ دینِ اسلام کی اساس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اگر تو وہاں تک نہیں پہنچ پاتا تو تیرے تمام اعمال بولہبی (کفر اور اسلام دشمنی کی علامت) ہیں۔

علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اگر حق اور سچ کے طالب ہو تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اپنا ناطہ جوڑ لو اور ان کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرو کیونکہ آپ کا اسوہ حسنہ ہی مکمل دین ہے۔ دین خود کو کسی خاص ملک جماعت یا قومیت سے متصل کرنے کا نام نہیں یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوط قلبی اور روحانی تعلق قائم کرنے کا نام ہے اگر ان کے اسوہ حسنہ سے روگردانی کرو گے تو کسی لادینی قوت کا ایجنڈا پورا کرو گے جو سراسر بولہبی کے زمرے میں آتا ہے اور بولہبی اسلام کے خلاف کھلی جنگ ہے ایک اور جگہ فرماتے ہیں

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

(بقیہ صفحہ نمبر 11)

راہ خدا میں خرچ کرنا

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ

حق تعالیٰ شانہ فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس میں سات بالیں ہوں کہ ہر بال میں سو دانے۔ اور جناب رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ "جنہوں نے اپنا مال دو ہتڑ بھر بھر کر راہ خدا میں لٹایا ہے وہی ہلاکت سے نجات پائیں گے۔"

چونکہ صدقہ و خیرات میں مخلوق کی ضرورتیں اور محتاجوں کے فاقے رفع ہوتے ہیں اس لیے یہ بھی دین کا ایک ستون ہے۔ اور اس میں یہ حکمت ہے کہ چونکہ مخلوق کو اللہ سے محبت رکھنے کا حکم ہے اور مسلمان بندے خدا کی محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں لہذا اللہ پاک نے مال خرچ کرنے کو اپنی محبت کا معیار اور آزمائش کی کسوٹی بنا دیا ہے تاکہ مدعیان ایمان کے دعوے کا جھوٹ سچ کھل جائے۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے کہ انسان اپنے محبوب کے نام پر اپنی تمام مرغوب اور پیاری چیزیں لٹا دیتا ہے۔ مال جیسی پیاری چیز کا حق تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنا خدا کے ساتھ محبت کے بڑھے ہوئے ہونے کی علامت ہے اور بخل کرنا خدا کی محبت نہ ہونے کی دلیل ہے۔ صدقہ و خیرات دینے والے مسلمان تین طرح کے ہیں۔

خیرات کا اعلیٰ درجہ:

ایک تو وہ ہیں جنہوں نے جو کچھ پایا سب راہ خدا میں دے دیا اور خدا کے ساتھ محبت کرنے کا دعویٰ سچ کر دکھایا مثلاً حضرت صدیق و عتیق (ابوبکر) رضی اللہ عنہ کہ جو کچھ بھی گھر میں تھا انہوں نے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں لا رکھا اور جب پوچھا گیا کہ "اے ابوبکر! اپنے لیے کیا رکھا؟" تو عرض کیا کہ "اللہ اور اللہ کا رسول"۔ اسی موقع پر حضرت فاروق (عمر) رضی اللہ عنہ بھی بغرض خیرات مال لائے اور ان سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی سوال کیا تھا کہ اے عمر! اپنے لیے کیا رکھا؟ تو انہوں نے عرض کیا "جس قدر لایا ہوں اسی قدر چھوڑ آیا ہوں۔" اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "تم دونوں کے مرتبے کا فرق تم دونوں کے جواب سے ظاہر ہے۔"

خیرات کا متوسط درجہ:

دوسرے درجے میں وہ متوسط لوگ ہیں جو سارا مال تو خدا کے نام پر نہیں لٹاتے مگر اس کے ساتھ ہی اپنے نفس پر بھی ضرورت سے زیادہ خرچ نہیں کرتے بلکہ محتاج بندوں کی حاجتیں ظاہر ہونے کے منتظر رہتے ہیں اور جس وقت کوئی مصرف پاتے ہیں یا کسی کو محتاج دیکھتے ہیں تو بے دریغ مال خرچ کر ڈالتے ہیں، یہ لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ یعنی مقدار فرض پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ سارے کو خدا ہی کے لیے خرچ کرنے کی نیت رکھتے ہیں کہ مال پاس رکھنے سے ان کی غرض اس کو راہ خدا ہی میں خرچ کرنے کی ہے البتہ موقع محل کا انتظار ہے۔

خیرات کا ادنیٰ درجہ:

تیسرے درجے میں وہ کمزور مسلمان ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اگر اس سے زیادہ خیرات نہیں کرتے تو مقدار واجب میں ذرا برابر کمی بھی نہیں کرتے۔ ان تینوں گروہوں کے مرتبوں کا فرق حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کی مقدار ان کے خرچ کی حالت سے خود ہی سمجھ لو کہ پس اگر تم پہلے اور دوسرے درجہ تک نہ پہنچ سکو تو کم از کم تیسرے درجے سے بڑھ کر متوسط لوگوں کے ادنیٰ درجہ تک پہنچنے کی کوشش تو ضرور کرو کہ مقدار واجب کے علاوہ روزانہ کچھ نہ کچھ صدقہ کر دیا کرو، اگرچہ روٹی کا ذرا سا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، پس اگر ایسا کرو گے تو بخیلوں کے طبقہ سے اوپر چڑھ جاؤ گے۔

مفلس مسلمانوں کی خیرات:

اگر تم مفلس تہی دست ہو تو یہ نہ سمجھو کہ صدقہ مال ہی میں منحصر ہے اور ہم اس سے معذور ہیں۔ نہیں بلکہ اپنی عزت وجاہ، آرام وآسائش، قول وفعل غرض جس پر بھی تم کو قدرت ہو اس کو اللہ کے نام پر خرچ کرو۔ مثلاً بیمار کا پوچھنا، جنازہ کے ساتھ جانا اور حاجت کے وقت محتاج کی امداد کر دینا مثلاً کسی مزدور کا ہاتھ بٹا لینا، سہارا لگا دینا یا سعی وسفارش سے کسی کا کام نکلوا دینا وغیرہ اس جیسے سب امور صدقہ ہی میں شمار ہوتے ہیں اور یہ ایسے صدقات ہیں جن کے لیے مال دار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ زکوٰۃ و صدقات میں پانچ باتوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔

پہلی بات یہ کہ جو کچھ بھی دیں وہ لوگوں سے چھپا کر دیں۔

کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ چھپا کر خیرات دینا پروردگار کے غصے کو بجھاتا ہے۔ اور جو مسلمان اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح خیرات کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو تو وہ ان بندوں کے ساتھ محشور ہوگا جن پر حق تعالیٰ قیامت کے دن سایہ فرمائے گا جب کہ اس کے سائے کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ صدقہ سے مقصود بخل کی بدخصلت کا دور کرنا ہے مگر اس میں ریا کے خطرناک مرض کا اندیشہ ہے اس لیے چھپا کر دینے کے سبب ریا سے نجات مل جائے گی، کیونکہ مسلمان جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو ریا سانپ کی صورت میں اور بخل بچھو کی صورت بن کر اس کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

دوم: جسے خیرات دیا کرو اس پر احسان نہ سمجھو اور اس کی شناخت یہ ہے کہ مثلاً تم نے کسی محتاج کو خیرات کے طور پر کچھ دیا اور اس سے شکر گزاری کی توقع رکھی یا مثلاً وہ تمہارے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا، تمہارے دشمن کے ساتھ محبت کرنے لگا تو تم کو اس قدر ناگوار گزرا کہ اگر صدقہ دینے سے پہلے یہی صورت پیش آتی تو یقیناً اتنا ناگوار نہ گزرتا تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ تم نے اس محتاج پر اپنا احسان سمجھا جبھی تو اس بدسلوکی پر اتنا طیش آیا۔

احسان جتانے کے مرض کا علاج یہ ہے کہ تم اس محتاج کو اپنا محسن سمجھو کہ جس نے تم سے صدقہ لے کر تم کو حق خداوندی سے سبکدوش کر دیا اور تمہارے مرض بخل کا طبیب بن گیا، کیونکہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ خیرات سے مقصود بخل کا دور کرنا ہے، پس مال زکوٰۃ گویا بخل کا دھوون ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زکوٰۃ وصدقہ کا مال اپنے خرچ میں نہ لاتے اور فرماتے تھے کہ یہ مال کا میل ہے تو جس مسلمان نے تمہارے مال کا میل لے کر تمہیں اور تمہارے مال کو پاک صاف بنا دیا تو بتلاؤ کہ اس کا تم پر احسان ہوا یا تمہارا اس پر احسان ہوا؟

تیسری بات یہ ہے کہ عمدہ سے عمدہ اور پاکیزہ مال خیرات کرو کیونکہ جو چیز تمہیں ناپسند ہو اس کا اللہ کے نام پر دینا کیسے مناسب ہوسکتا ہے تم سن ہی چکے ہو کہ اس سے مقصود دعوائے محبت خداوندی کا امتحان ہے پس جیسی بری یا بھلی چیز اللہ پاک کے نام پر خیرات کرو گے اس سے خود معلوم ہو جائے گا تمہیں اللہ کے ساتھ کس قدر محبت ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ تمہیں جو کچھ دینا ہو ہشاش بشاش اور خندہ رو ہو کر دیا کرو، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ جو ایک درہم نیک نیتی سے اور خوشی کے ساتھ دیا گیا ہے وہ ان لاکھ درہموں سے بڑھا ہوا ہے جو ناگواری کے ساتھ دیے گئے ہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ صدقہ کے لیے محل ومصرف عمدہ تلاش کیا کرو یعنی یا کسی پرہیزگار عالم کو دیا کرو کہ تمہارا مال۔ کھانے سے اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وتقویٰ قوت اور اعانت ہو یا کسی عیال دار نیک بخت مسلمان کو دو اور اگر یہ تمام اوصاف ایک شخص میں جمع نہ ہوں تو جس میں ایک وصف بھی پایا جائے وہ بھی تمہارا صدقہ پاک ہو جانے کے لیے کافی ہے البتہ نیک بختی کا لحاظ سب سے مقدم ہے کیونکہ دنیا کا مال ومتاع بندوں کے لیے اسی واسطے مہیا کیا گیا ہے کہ ان کی ایام گزاری ہو سکے اور ان چند روزہ ایام میں آخرت کا توشہ ان کو حاصل ہو جائے۔ تو جو لوگ درحقیقت سفر آخرت میں مشغول ہیں اور اس عالم فانی کو راستے کا پڑاؤ اور مسافر خانہ سمجھے ہوئے ہیں وہی تمہارے پیسے کا مصرف ہونے چاہئیں۔ دیکھو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”پرہیزگاروں کو کھانا کھلایا کرو اور اپنا تبرع وسلوک ایمان داروں ہی کو پہنچایا کرو۔“

مثالی قائد

فیضان شہزاد کراچی

پاکستان زندہ باد پاکستان زندہ باد!

نعروں کی گونج سنائی دی تو ہمدان نے کھڑکی کا دروازہ کھولا اور نیچے جھانکنے لگا، نیچے چند لوگ جن کے ہاتھوں میں سبز پرچم تھے اٹھائے ہوئے، ریلی کی صورت میں جا رہے تھے، یہاں تک تو اسے ٹھیک لگا، مگر چند لوگوں کے ہاتھ میں سبز رنگ کے علاوہ بھی کچھ جھنڈے تھے، اور وہ اپنے لیڈروں کے حق میں نعرے لگا رہے تھے، ہمدان کو سخت کوفت ہوئی اور وہ کھڑکی بند کرنے ہی لگا تھا کہ ثوبان نے آواز لگائی، بابا یہ کون لوگ ہیں؟ اور یہ کس کے نعرے لگا رہے ہیں؟ ثوبان کی آواز سن کے ہمدان نے کھڑکی بند کی اور اسے ساتھ صوفے پر بٹھا کر سمجھانے لگا!!

بیٹا عرصہ قبل ہمارے آباء واجداد نے بڑی قربانیوں کے بعد ایک وطن حاصل کیا تھا، جسے پاکستان یعنی پاک لوگوں کی سرزمین کا نام دیا گیا، اور اس پاک وطن کے حصول کی بنیاد ہی کلمہ طیبہ تھی، یہاں تک تو بات خوشی کی تھی کہ ہم ایک آزاد وطن کے وارث بن گئے تھے، لیکن بیٹا ہم اچھے وارث نہ بن سکے، ہم نے جس مقصد کے لئے وطن حاصل کیا تھا، اس میں کامیاب نہ ہو سکے، ہم یک زبان، یک رنگ اور یکجا ہو کر یہ سبز پرچم تھام ہی نہ سکے، ہمارے پرچموں کے رنگ بکھرتے گئے، ہم رنگوں میں تقسیم ہوئے، رنگوں کی تقسیم نے ہمیں گروہوں میں بانٹ دیا، گروہ ٹولیوں میں بدلے، اور ٹولے دشمن بنتے گئے، اور بیٹا ہم تقسیم ہو گئے!

ہمدان ماضی سے حال تک کی لکیریں کھینچ رہا تھا، اور ثوبان گہری فکر میں ڈوبتا جا رہا تھا، ثوبان گویا ہوا: بابا! جب یہ ملک کلمے کی بنیاد پر بنا تھا، تو کلمے پر عمل کیوں نہیں کیا گیا؟ یہاں کی قیادت نے اللہ کی وحدانیت اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سیرت کا پرچار کیوں نہ کیا؟ کیا ہمارے پیارے نبی ﷺ بہترین قائد، لیڈر اور رہنماء کے اصول بتا کر نہیں گئے تھے؟

ایسی بات نہیں ہے بیٹا، ہمارے پیارے نبی ﷺ کی مکمل حیات ہمارے لئے بطور آئیڈیل اور نمونے کے موجود ہے، ہم جس بھی صفت کو اخذ کرنا چاہیں، وہ آپ علیہ السلام میں بدرجہ اتم موجود ہے، مگر افسوس کی بات یہی ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں کے پروفیسروں، نصاب سازوں، سیاسی رہنماوں اور پیشواؤں نے سیرت طیبہ کے عالی نظام کے بجائے مغربی نظام، تہذیب اور کلچر کو فوقیت دی، جس کی وجہ سے ہمارا ملک اب تک عروج نہیں پا سکا!!

بابا! آپ علیہ السلام کی سیرت کے ان ابواب پر روشنی ڈالیں نا جو بطور لیڈر ایک انسان اپنائے تو اس کا ملک ترقی پذیر ہو سکتا ہے، آپ بتائیں میں یہ یاد کروں گا، اور اپنے اسکول کے سالانہ مقابلے میں بیان کروں گا، کیونکہ ہمارے اسکول میں بطور مہمان بھی بہت سے رہنماء آتے ہیں، اور دوسرا بچوں میں اب سے یہ شعور جاگے گا تو وہ کل کو اس ملک کا بہترین اثاثہ ثابت ہوں گے، ثوبان بولتا چلا گیا، اور ہمدان مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ دیکھیں بیٹا! ہمارے پیارے نبی ﷺ جس دورِ ظلمت میں تشریف لائے، اس وقت چہار سو ظلمت اور گمراہی کا راج تھا، فسق، فجور، ظلم و جبر اور جنگ و جدل کا دور دورا تھا، آپ نے ظلمتِ حجاز کو دور کیا، نفاق و جدل کی بوسیدہ ردائیں چاک کیں، اعلی اخلاقی و معاشرتی و معاشی نظام پیش کئے، زمانے کے رہن سہن اخلاق و اطوار کی معراج کو سکھایا، فتوحات کے بعد اور جنگوں سے پہلے کے قاعدے اور قانون سمجھائے، جنگ و جدل کے

دور میں تعمیرِ کعبہ کے وقت قبائل کی لڑائی اور خونریزی کو دور کر کے، ایک چادر منگوا کر اس کے ذریعے حجرِ اسود کی تنصیب کروا کے کیسی قائدانہ بصیرت کی اعلیٰ مثال قائم کی ،قوم کا رہنماء ایسا ہی ہوتا ہے، جو اپنے بصیرت افروز فیصلوں سے اتحاد و اتفاق کا درس دے سکے۔

اعلان نبوت سے قبل ہی" معاہدہ حلف الفضول "ایک سوجھ بوجھ والا انسان ہی کرسکتا ہے،جس معاہدہ پر آپ ہمیشہ فخر فرمایا کرتے تھے، کیونکہ آپ درحقیقت رحمۃ اللعالمین تھے،شر روشرور، جنگ وجدل،ظلم وجبر اور خونریزی کے خاتمے کے لئے آپ علیہ السلام ہمیشہ سے ہی کوشاں رہے تھے،اسی طرح ایک بہترین قائد اور رہنماء وہی ہوتا ہے، جسے اپنے کارکنان، ساتھیوں،ہم نواؤں اور قوم کے دکھ سکھ کا اور تکلیفوں کا مکمل احساس ہوتا ہے، آپ علیہ السلام کی حبشہ و مدینہ کی جانب ہجرت، آپ کی بہترین قائدانہ سوچ ہی کی عکاسی کرتی ہے کہ جس سوچ نے نو آموز مسلمانوں کو ایک آسرا اور ایک راہ میسر کی، جس کی بناء ان کی جانیں بھی محفوظ ہوئیں، کفار کے ظلم وستم سے چھٹکارا نصیب ہوا، اور ایک عظیم انسانی سرمائے کی حفاظت ممکن ہو سکی۔

ثوبان بیٹا! اسی طرح ایک بہترین لیڈر کی نشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ صاحب بصیرت ہونے کے ساتھ صاحبِ نظر بھی ہونا چاہیئے، اسے کھرے کھوٹے کی خوب پہچان ہو، آپ علیہ السلام کی اس صفت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہو کہ وہ شب کی تاریکی میں اپنے خدا سے محوِ التجاء زمانے کا ایک ایسا شخص مانگ رہے ہیں کہ جس نے آنے والے وقتوں میں بائیس لاکھ مربع میل کا فاتح حکمران بننا ہے، کیا ہی دوررس نگاہ پائی تھی، کیسے کیسے ہیرے تراش کر اسلام کو چمک دمک عطا کی تھی، ہجرت کے لئے رفیقِ سفر کا انتخاب آپ کیا سمجھتے ہو اتفاق تھا؟ نہیں بیٹا! یہ سیاسی بصیرت تھی، راستے کا چناؤ، راتیں بسر کرنے کا مقام، یہ سب وہ چیزیں تھیں، جو ایک سیاسی بصیرت اور سوچ رکھنے والا بندہ ہی منتخب کر سکتا ہے، بیٹا آپ کیا سمجھتے ہو شب ہجرت بستر نبوت پر حضرت علی کا لیٹنا صرف امانتوں کی رسائی کے لئے تھا؟ نہیں بیٹا! یہ دشمنوں کو اس شبہ میں مبتلا رکھنا تھا کہ بستر پر محمد خود موجود ہیں۔

حضرت بشر حافی فرماتے ہیں:

سب سے مشکل مگر بلند کام تین ہیں:

1/تنہائی میں پرہیز گاری۔ 2/جس سے ڈر ہو اس کے منہ پر بات کہنا حق کی۔3/تنگ دستی میں سخاوت

دنیا میں عزت تین چیزوں سے ہے:

1/کسی سے حاجت نہ چاہو۔2/کسی کو برا نہ کہو۔3/کسی کے مہمان کے ساتھ مت جاؤ۔

بیٹا آپ یہ بتاؤ کہ آپ علیہ السلام نے مدینے کی راہوں میں جب اونٹنی چھوڑ دی تھی، کہ جس مکان پر بیٹھے گی، وہیں کائنات کا قمر ٹھہرے گا ،کیا یہ مدبرانہ فیصلہ نہ تھا؟ یہ اس غیر جانبداری کا اعلان تھا جو ایک بہترین رہنماء اور ایک لیڈر کو اپنے کارکنان اور ہم نواؤں کے ساتھ کرنا چاہیئے، پھر پہلی جنگ میں ہی تاجروں کے قافلے کو روکنے کی تدبیر، جنگی قیدیوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کے بعد دشمنوں میں اپنے اخلاق کی ساکھ بٹھانا، کیسی مدبرانہ سوچ اور فکر تھی ، پھر دیگر بادشاہوں کو خط لکھ کر سفارتی امور کے ساتھ ساتھ بہترین دعوتی اسلوب کا طریقہ کار، بادشاہوں اور سرداروں کے ساتھ ان کی شان کے مطابق سلوک کرنے کے احکام، جنگ میں عورتوں اور بچوں کی حفاظت، کھیتیاں نہ اجاڑنے کی ہدایات، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ جیسے سیاسی اقدام، یہ سب ایک ایسے لیڈر کی نشانیاں ہیں، جو قوم وملت بنانا جانتا ہو، جو قوم کی فکر ونظر سے واقف ہو۔

ثوبان کی فکر کی گرہیں کھل رہی تھیں، اور وہ سیرت کے ان گوشوں سے واقف ہو رہا تھا، جن سے ہمارے ہر جوان اور بچے کو واقف ہونا چاہیئے، ہر لیڈر اور قائد کو اس در پر حاضری لگانی چاہیئے، وہاں کے سبق پڑھ کر، ہم اپنی قوم بنا سکتے ہیں، ایسی قوم جس کے خواب دیکھے گئے ہیں، یعنی وہی قوم جس کی بنیاد فقط "لا الہ الا اللہ" اور جس کا منشور اور نظم ونسق فقط "محمد الرسول اللہ" ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے مالٹا میں گزرے ایام

عبدالروٗف چوہدری

شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی ذات گرامی سے کون ناواقف ہوگا کہ آپ ہندوستان میں آباد تمام اقوام کے مسلّمہ قائد تھے۔ عموماً ہر قوم کے ذی علم اور مقتدر حضرات کو آپ سے بہت زیادہ ہمدردی تھی اور بہت زیادہ تعظیم سے پیش آتے تھے۔عید کے ایام میں مسلمانوں کے علاوہ مقتدر جرمن اور آسٹرین بھی ملنے اور مبارک باد دینے آتے اور گل دستے وغیرہ پیش کرتے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی صداقت وحقانیت اور تقوی وطہارت نے محبین کو ہی نہیں مسخر کرلیا تھا بلکہ دشمنوں کے دلوں پر بھی سکہ جمالیا تھا۔آپؒ ہندوستان میں انگریز کے وجود کو ناسور سمجھتے تھے اور اپنی زندگی کے وہ ایام جو سکھ چین اور راحت وآرام میں گزارنے کے تھے، انگریز کے خلاف جہاد میں صرف فرمائے۔

یوں تو آپؒ کی ساری زندگی اخلاص وللّٰہیت، تقوی وطہارت، تعلیم وتربیت، مجاہدوں، دارالعلوم کے انتظام وانصرام، لوگوں کی ظاہری وباطنی اصلاح اور فلاح وبہبود میں گزری لیکن مالٹا کی اسارت گویا حقوق اللہ کی ادائیگی کا بہترین موقع تھا۔ مالٹا میں اسیری فرصت کا سب سے بہتر زمانہ تھا جو ایک عاشق خدا اور محب رسول کو میسر آیا تھا۔حضرت شیخ نے اس فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ایک ایک لمحہ یاد خدا میں وقف کیا۔روزانہ اوسطاً دس پارے تلاوت کرلیتے تھے۔تین چار ہزار مرتبہ اسم ذات کا ورد فرماتے۔ دلائل الخیرات اور دیگر اذکار کا معمول بھی بہ دستور جاری رہا۔ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف اور جلالین شریف بھی ہمراہ تھی ان کا درس بھی دیتے رہے۔ حضرت شیخ کو ہندوستان کی سردی بھی خوب ستاتی اور اذیت دیتی تھی۔ سردیوں میں دھوپ میں سونے کا معمول تھا بلکہ معمولی گرمیوں کے زمانے میں بھی یہی معمول ہوتا تھا۔سردیوں میں آگ اور کوئلے سے تاپنے کی عادت تھی۔روئی کے کپڑے بہت استعمال فرماتے تھے۔گھٹنوں میں اکثر درد رہتا۔سردیوں میں ہاتھ اور پاؤں ورم کرجاتے تھے۔ایک طرف یہ عالم تھا تو دوسری جانب مالٹا کی یخ بستہ سردی کسی آزمائش سے کم نہ تھی۔لیکن قربان جائیں حضرت شیخ کی ہمت واستقلال پر کہ اتنی شدید سردی میں بھی شب بیداری میں سستی نہ آنے دی۔ جب نوجوانوں کے لیے لحاف سے منہ نکالنا بھی مشکل ہوتا یہ شیخ وقت رات ڈیڑھ بجے بیدار ہوتا استنجا اور وضو کرتا اور اپنے خالق حقیقی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوجاتا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 11)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

عبید اللہ ہاشمی اسلام آباد

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اصل نام رملہ، والد کا نام ابوسفیان بن حرب اور والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا۔ آپ کاتب وحی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ آپ بعثت نبوی سے 17 سال قبل پیدا ہوئیں، آپ کا پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا۔

عبداللہ بن جحش سے آپ کی ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام آپ نے حبیبہ رکھا اور اسی پر اپنی کنیت ام حبیبہ رکھی، آپ رضی اللہ عنہا دوسری ہجرت کے موقع پر اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ہمراہ حبشہ گئی جہاں جا کر عبداللہ بن جحش اسلام سے مرتد ہو گیا اور نصرانی مذہب قبول کر لیا۔ ام حبیبہ بدستور ہجرت اور ایمان پر قائم رہیں۔

حضرت ام حبیبہؓ خود فرماتی ہیں کہ ایک روز میں آغوش نیند میں محو تھی کہ حالت خواب میں میرے سامنے عبداللہ بن جحش کی نہایت ہی گھناؤنی فور مکروہ صورت گھوم گئی، جسے دیکھ کر میں خوف سے حیرت کے گہرے سمندر میں ڈوب گئی، میں نے اس خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ میرے شوہر کی حالت تغیر پذیر ہونے والی ہے، میں نے یہ تعبیر نکالی اور سیاہ رات کی زلفیں ذرا سمٹیں سحر کی ضیاء پاشیاں نمودہ ہوئیں تو میرے شوہر نے مجھ سے کہا ام حبیبہ میں نے ایک طویل عرصے تک مختلف ادیان کی چھان بین کے لیے اپنے تلاش و جستجو کے گھوڑے کو بے لگام کیا ہے لیکن میں نے جہاں میں نصرانیت سے بہتر کوئی دین نہیں پایا پھر میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کو قبول کیا اور اب میں واپس نصرانیت کی طرف لوٹتا ہوں، میں نے کہا اس میں تیرے لیے کوئی خیر نہیں پھر آپ نے اسے اپنے خواب سے بھی آگاہ کیا مگر وہ نہ مانا اور شراب پر ٹوٹ پڑا یہاں تک کہ موت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

میں نے پھر ایک خواب دیکھا کہ کوئی پکارنے والا مجھے ام المومنین کہہ کر پکار رہا ہے، میں گھبرا کر نیند سے بیدار ہو گئی، اس بار میں نے اس خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ آپ ﷺ مجھ سے عقد نکاح فرما کر مجھے تمام مومنوں کی ماں ہونے کا اعزاز بخشیں گے۔ ہوا بھی ایسا ہی کہ جوں ہی میرے یومہائے عدت پائے تکمیل کو پہنچے تو ساتھ ہی میرا خواب بھی شرمندہ تعبیر ہو گیا اور شاہ حبشہ نے عین میری منشا قلبی کے مطابق ایک قاصد جس کے ہمراہ ایک لونڈی بھی تھی میری طرف بھیجا، اچانک میں کسی کام سے احاطہ گھر سے باہر نکلی دیکھا کہ قاصد اور لونڈی میری دہلی پر کھڑے ہیں، لونڈی نے فوراً مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی میں نے اجازت دے دی، وہ میرے گھر میں داخل ہو کر کہنے لگی کہ شاہ حبشہ نے آپ کو یہ پیغام بھیجا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے لکھ بھیجا ہے کہ میں آپ کا نکاح آپ ﷺ سے کر دوں، پھر لونڈی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوشخبری سے نوازا ہے لہذا آپ اپنے نکاح کا کوئی وکیل مقرر فرما دیجئے، میں نے خالد بن سعید بن ابی العاص کو اپنا وکیل مقرر کر دیا اور میں نے فرط مسرت میں چاندی کے کنگن دو پازیب اور پاؤں میں پہنی ہوئی تمام جوڑیاں ابرھہ کو ہبہ کر دیں۔

جب دن ڈھلا شام بہر سو چھانے لگی تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور وہاں موجود تمام مسلمان کو جمع ہونے کا حکم دیا، جب تمام لوگ ان جمع ہو گئے تو نجاشی یوں لب کشا ہوا بعد از حمد و صلاۃ اللہ کے حبیب ﷺ نے مجھے کہا ہے کہ میں ام حبیبہ کا نکاح آپ ﷺ سے کر دوں، میں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے

ہوئے حاضر ہوں اور مہر میں چار سو دینار دینے کا اعلان کرتا ہوں پھر نجاشی نے وہ دینار لوگوں کے سامنے رکھ دیے، اس کے بعد خالد بن سعید خطبہ مسنونہ کے بعد یوں گویا ہوئے "جس چیز کی طرف رسول اللہ ﷺ نے خواہش ظاہر فرمائی ہے میں اس پر لبیک کہتے ہوئے میں حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے نکاح میں دیتا ہوں، اللہ تعالی نے اپنے محبوب پر برکتیں نازل فرمائے، پھر نجاشی نے وہ دینار خالد بن سعید کو دیے اور انہوں نے بعثت وکیل ان پر قبضہ فرمالیا اس کے بعد لوگ اٹھ کر جانے لگے تو نجاشی نے کہا رک جاؤ انبیاء کرام کی سنت ہے کہ نکاح کے موقع پر دعوت کی جائے بس اس نے کھانا منگوایا اور لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوسفیان بن حرب حلقہ بگوش اسلام ہونے سے قبل اپنی بیٹی ام حبیبہ ﷺ کے گھر تشریف لائے اور آپ ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا بستر مبارک اٹھا لیا جس پر انہیں حیرت ہوئی اور سوال کیا کہ بیٹی کیا بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں؟ جس پر ام حبیبہ ※ نے فرمایا ”تم اس مبارک بستر کے قابل نہیں، یہ سرور کائنات ﷺ کا بستر ہے اور آپ کفر اور شرک کی گندگی میں کہاں کہ اس پر بیٹھ سکیں“ اس پر ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ بیٹی اب تیری عادتیں بدل گئی ہیں۔

عوف بن حارث سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے سنا ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہ کا وقت وصال قریب ہوا تو مجھے بلوایا اور کہا کہ ہم فرات (سوکنوں) میں کبھی کبھی ناگوار باتیں ہو جایا کرتی ہیں اللہ تعالی سے التجا ہے کہ وہ مجھے بھی معاف فرمائے اور تمہیں بھی، پھر میں نے کہا کہ اللہ تعالی تمہاری تمام لغزشوں سے درگزر فرمائے اور تمہیں ان سے پاک فرمائے۔ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ اللہ تمہیں خوش رکھے مجھے تم نے خوش کر دیا۔اس کے بعد ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور ان سے بھی یوں ہی محو گفتگو ہوئیں۔ان کی وفات 44 ہجری میں ہوئی جب آپ کے بھائی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ خلیفہ تھے۔

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے
یہ عقل و دل ہیں شرر شعلۂ محبت کے
وہ خار و خس کے لیے ہے یہ نیستاں کے لیے
مقام پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیر گل کے لیے ہے نہ آشیاں کے لیے
رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحر بیکراں کے لیے
نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کے لیے
نگہ بلند سخن دل نواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے
ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لیے
مرے گلو میں ہے اک نغمہ جبرائیل آشوب
سنبھال کر جسے رکھا ہے لا مکاں کے لیے

دامادِ مصطفیٰ حضرت سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ

جمیل الرحمن عباسی

مسجدِ نبوی کی پُرنور فضا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عطر بیز مجلس، زبانِ نُبوت سے نچھاور ہونے والے معطر پھول اور موضوعِ سخن حضرت سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ، سبحان اللہ۔ امام الانبیاء، فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بڑے داماد کے صدق ووفا کی تعریف فرما رہے ہیں اور ان کے اوصافِ جمیلہ بیان کر کے اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار فرما رہے ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَدَّثَنِی فَصَدَقَنِی وَوَعَدَنِی فَوَفَی لِی ''ابوالعاص نے میرے ساتھ بات کی اور اس کو سچ کر دکھایا، اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا اور اس کو نبھا کر دکھایا'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا پسِ منظر بعد میں، پہلے حضرت سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے معطر تذکرہ سے ایمان کو تازگی فراہم کیجئے کہ غیر تو غیر ہیں خود اپنے اہلِ سنت میں سے بھی بہت کم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بڑے داماد کے حالات سے آگاہ ہیں۔ بلکہ بہت سے تو ان کے نام سے بھی ناواقف ہیں۔ فوا أسفا۔

حضرت سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ کا نام راجح قول کے مطابق لَقِیط ہے، آپ کے والد کا نام ربیع بن عبدالعزی بن عبد شمس بن عبد مناف ہے، قریشی ہیں، عبد مناف پر آپ کا سلسلہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے ہیں، آپ کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت سے پہلے وہ اکثر شام کا کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نامور تاجر، امانت و دیانت میں مشہور اور متمول و صاحبِ ثروت کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا، حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے آپ کے ہاں ایک بیٹا حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہوا اور ایک بیٹی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا ہوئیں۔

یہ وہی حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا، یہ علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہے اور سنِ بلوغت کو پہنچ کر رحلت فرمائی۔

حضرت سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا بنت ابی العاص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی وہ نواسی ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات نماز میں اپنے کندھے پر اٹھا لیا کرتے تھے اور سجدہ کے وقت اتار دیا کرتے تھے۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرٰی رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے انہی سے نکاح فرمایا تھا پھر حضرت علی المرتضٰی کی شہادت کے بعد ان کا نکاح حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے ہوا اور انہی کی زوجیت میں حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ کسی شخص نے ہدیہ دیا جس میں یمنی جواہر کا ایک ہار بھی تھا، اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں یہ ہار اپنے خاندان میں سے اس کو دوں گا جس سے مجھے بے حد پیار ہے'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔

حضرت سیدنا ابوالعاص کو جرد البطحاء کہا جاتا تھا جس کا مطلب ہے بطحائے عرب کا شیر، اور آپ کو الامین (امانت دار) کے لقب سے بھی نوازا جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو انہوں نے آغاز میں قبول نہیں کیا

تھا، ہجرت کے بعد صلح حدیبیہ سے پانچ ماہ قبل حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔اس عرصہ میں کفار نے ان پر بہت زور دیا کہ آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں مگر آپ نہ مانے۔

غزوۂ بدر میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کفار کی طرف سے جنگ میں شریک تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوجانے والے ستر قیدیوں میں آپ بھی شامل تھے، ان قیدیوں کے ورثاء نے جب فدیہ دے کر اپنے اپنے عزیزوں کو رہا کرانا شروع کیا تو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا (اس وقت وہ مکہ میں تھیں) نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی رہائی کے لئے اپنا وہ ہار بھی بھجوادیا جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رخصتی کے وقت انہیں دے دیا تھا، جب نبی کریم ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو (حضرت سیدہ خدیجہ کی یاد میں اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی معاشی تنگی کے باعث) بے حد غمگین ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سفارش کی کہ "اگر تم مناسب سمجھو تو حضرت سیدہ زینب کی خاطر ان کے قیدی کو چھوڑ دو اور سیدہ کا ہار بھی انہیں لوٹا دو" چنانچہ صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا۔ البتہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوالعاص سے عہد لیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے اور حضرت ابوالعاص نے اس کا وعدہ کرلیا چنانچہ حضرت ابو العاص جب مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت زینب کو مدینہ منورہ کی طرف روانگی کا حکم دے دیا اور ان کے خالہ زاد کنانہ کو ساتھ کر دیا۔ اُدھر نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور انصاری صحابی کو بھیج دیا کہ تم بطن یَاجِج پہنچ کر حضرت زینب کا انتظار کرو، جب وہ وہاں سے گزرنے لگیں تو تم ان کے ساتھ ہوجانا۔ جب کنانہ دن کی روشنی میں ہی حضرت زینب کو اونٹ پر بٹھا کر مدینہ کی طرف لے آنے لگے تو کچھ مشرکین ان کے آگے آگئے، ادھر کنانہ نے بھی تیر نکال کر مقابلہ پر آمادگی ظاہر کر دی، نوبت جنگ تک پہنچنے لگی تو حضرت ابوسفیان (جو اس وقت مسلمان نہ تھے اور مکہ کے سردار تھے) نے کنانہ کو سمجھایا کہ آپ اس طرح علانیہ حضرت زینب کو لے چلیں گے تو ہماری رسوائی ہوگی، آپ واپس جائیں اور کسی موقع پر خفیہ طور پر انہیں لے جانا چنانچہ کنانہ نے ان کی بات مان لی اور پھر موقع پا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر آئے۔

فتح مکہ سے قبل حضرت ابو العاص اپنا مال اور بڑی مقدار میں قریش کا مال لے کر تجارت کی غرض سے شام گئے، جب واپس آرہے تھے تو مسلمانوں کے ایک لشکر کا ان سے آمنا سامنا ہوگیا، ابوالعاص تو مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے مگر ان کا تمام مال واسباب مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا، حضرت ابوالعاص رات کو خفیہ طور پر

حضرت سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا نام راجح قول کے مطابق لَقِیط ہے، آپ کے والد کا نام ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے، قریشی ہیں، عبد مناف پر آپ کا سلسلہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے ہیں، آپ کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت سے پہلے وہ اکثر شام کا کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نامور تاجر، امانت و دیانت میں مشہور اور متمول و صاحبِ ثروت کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا، حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے آپ کے ہاں ایک بیٹا حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہوا اور ایک بیٹی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا ہوئیں۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور حضرت زینب سے پناہ مانگی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انہیں پناہ دے دی، صبح کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بلند آواز میں فرمایا کہ میں نے حضرت ابو العاص کو پناہ دے دی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پناہ کو نافذ کرتے ہوئے اس لشکر کو بلوایا جنہوں نے حضرت ابو العاص کے مال پر قبضہ کر لیا تھا اور فرمایا "ابو العاص کا ہمارے ہاں جو مقام ہے (رشتہ داری اور دامادی کا تعلق) وہ تمہیں معلوم ہی ہے، اگر تم اس کا مال واپس کر دو اور اس پر احسان کرو تو اس میں میری بھی خوشی ہے اور اگر اس کا مال واپس نہ کرو تب بھی تمہیں اختیار ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مال لوٹا دیا، حضرت ابو العاص مال لے کر مکہ مکرمہ پہنچے اور جس کا جتنا حق تھا اس کے حوالہ کر دیا پھر فرمایا "یَا مَعْشَرَ قُرَیْش! هَلْ بَقِيَ لِأَحَدٍ مِنْكُمْ عِنْدِي شَيْءٌ؟" "کیا میرے ذمہ تمہاری کوئی شئے باقی ہے؟" قریش نے جواب دیا: "آپ کے ذمہ ہمارا کچھ بھی حق باقی نہیں ہے" تب حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے برسرِ عام کہا: اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ پھر فرمایا کہ "خدا کی قسم جب میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا اس وقت بھی میں اسلام کا اظہار کر سکتا تھا مگر مجھے یہی خطرہ تھا کہ تم کہو گے کہ ہمارا مال ہڑپ کر جانے کی نیت سے اسلام کا اظہار کیا ہے" اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ چلے گئے۔

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو حضرت سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ بھیجا تھا اور جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے واپس تشریف لائے تو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو ہی اپنا جانشین مقرر فرما کر آئے تھے۔

حضرت سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ نے ذوالحج 12ھ میں وفات پائی۔ (الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۸۷، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۱۴۵، اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۵۶۰، الاستیعاب جلد ۳ صفحہ ۱۳۷) فتح مکہ کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں "خاتم النبیین" ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

(جو مسلمان ہو گئی تھیں) نکاح کرنے کا ارادہ کیا، نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے اس موقع پر حضرت سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی کہ انہوں نے مجھ سے جو وعدہ کیا اسے وفا کیا اور جو بات کی سچ کر دکھائی۔ اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا جو ارادہ کیا اس کو نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا۔

یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے اور اس وقت تک حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مسلسل صدمات سے دوچار ہو چکی تھیں، والدہ وفات پا چکی تھیں، بھائی فوت ہو چکے تھے، تمام بہنیں وفات پا گئی تھیں، اب وہ تنہا تھیں، نبی کریم ﷺ ہی سہارا دینے والے تھے، اس پر سوکن آنے سے ان کی تکالیف میں اضافہ ہونے کا امکان تھا اس لئے نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا۔

بعض حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی خصوصیت لکھی ہے کہ ان کی موجودگی میں ان کا شوہر دوسرا نکاح نہیں کر سکتا۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کے لئے چار سے زائد شادیاں کرنا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے اسی طرح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی کوئی خصوصیت ہو تو کون سی عجیب بات ہے۔

یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو امت کی بچیوں کے ایمان کی فکر ہو کیونکہ عام طور پر عورت اپنی سوکن پر غصہ ہوتی ہے تو سوکن کے ماں باپ کو برا کہتی ہے، اگر بناتِ پیغمبر پر کوئی عورت غصہ ہو کر ان کے باپ کے لئے کوئی غلط سوچ بھی لے تو ایمان کہاں رہتا؟ اس لئے امت کی بچیوں کے ایمان کی حفاظت کی یہی صورت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں کی سوکنیں نہ بنیں۔ واللہ اعلم

قیامت کے دن کی نو آرزوئیں

عبدالمعید زبیر

دنیا کے تقریباً تمام مذاہب اوران کے تمام پیروکاروں کا یہ عقیدہ ہے کہ انہیں موت کا سامنا کرنا ہے۔ ہر کسی کا وقت متعین ہے، جب اس نے اس جہان فانی سے کوچ کر جانا ہے۔موت کے بعد کیا ہوگا؟ اس بارے میں دیگر مذاہب کا اسلام کے ساتھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ان کا عقیدہ ہے کہ انسان ختم تو معاملہ ختم۔اب وہ ایک بے کار چیز ہے۔اس کا کوئی نفع نقصان نہیں۔ دیگر اشیاء کی طرح وہ بے جان چیز ہے۔ وہ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ مٹی میں مل جاتا ہے۔مگر اسلام کا عقیدہ اس سے بالکل مختلف ہے کہ انسان کی اصل زندگی اور اصل امتحان شروع ہی موت کے بعد ہوتا ہے۔گویا زندگی کا مقصد موت کے بعد شروع ہوتا ہے۔

جیسا کہ سارا سال محنت کر کے آخر میں امتحان پاس کرنا، پھر اس محنت اور امتحان کے نتیجے کی بدولت اگلے مرحلے کی طرف بڑھنا ہوتا ہے۔سارے سال کی محنت اس کے امتحان کی صورت میں اس کا مستقبل متعین کرتی ہے کہ وہ کس اہلیت کا بندہ ہے۔ اسے کیا مقام ملنا چاہیے۔اسی طرح اسلام میں دنیاوی زندگی کو دار العمل کہا گیا ہے۔ یہاں جیسے اعمال کیے جائیں گے،موت کے بعد ویسا ہی نتیجہ پائے گا،جس کا امتحان قبر سے ہی شروع ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کا حساب کرنے کے بعد اس کے نتیجہ کا اعلان کرنا ہے تو دو ہی طرح کے لوگ ہوں گے۔ پاس یا فیل۔ پاس تو جنت میں چلے جائیں گے اور انہیں بتایا جائے گا کہ تمہیں جنت میں فلاں مقام، فلاں عمل کی وجہ سے ملا ہے۔اسی طرح جو فیل ہو گا تو اس کو بھی فیل ہونے کی وجویات بتا دی جائیں گی۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نو آرزوؤں کا ذکر فرمایا کہ جب انسان کو اس کی ناکامی کا بتایا جائے گا تو وہ اپنے آپ کو روئے گا کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا، فلاں کام کیوں نہیں کیا۔ گویا اپنے نامہ اعمال کو سامنے رکھ کر کہہ رہا ہو گا کہ کاش میں یہ نہ کرتا وہ نہ کرتا۔تو اللہ تعالیٰ نے نو اعمال ذکر کیے گویا نتیجہ بھی سنا دیا کہ ناکام لوگ کس وجہ سے ناکام ہوں گے۔

پہلی آرزو یہ کہ یَا لَيۡتَنِي كُنۡتُ تُرَابًا اے کاش میں مٹی ہوتا (سورۃ النباء #۴۰) یعنی میں مٹی ہوتا، میں کوئی برا کام نہ کرتا، میری کوئی حیثیت نہ ہوتی، میرا کوئی حساب نہ ہوتا۔حالانکہ یہی شخص زمین پر اکڑ کے چلتا تھا۔کسی کو اپنے برابر کا نہیں سمجھتا تھا۔کسی کا ڈر اسے ڈرا نہیں سکتا تھا۔اور اس دن وہ کہہ رہا ہو گا کہ کاش میں مٹی ہوتا، جسے روند دیا جاتا۔ جسے اڑا دیا جاتا۔جس کی کوئی حیثیت ہی نہ ہوتی۔

دوسری آرزو یہ کرے گا کہ یَا لَيۡتَنِي قَدَّمۡتُ لِحَيَاتِي اے کاش! میں نے اپنی آخری زندگی کے لئے کچھ کیا ہوتا؟ (سورہ الفجر #۲۴) یعنی کاش کوئی اچھا عمل کیا ہوتا تو آج دکھانے کے قابل ہوتا۔بخشش کے قابل ہوتا، اللہ کی رضا کا سبب بننے کے قابل ہوتا۔یہ وہی شخص ہے جسے دنیا میں نماز روزے کی طرف دعوت دی جاتی تھی تو وہ کہتا تھا، اللہ بڑا مہربان ہے وہ بخش دے گا، تم پڑھ لو، میرا وضو نہیں، تم چلو اور میں آیا۔ایسے الفاظ سے وہ دعوت کو ٹھکراتا اور اعمال صالحہ سے دوری اختیار کرتا۔اس دن وہ اپنی قسمت پر رو رہا ہو گا کہ کاش کوئی تو اچھا کام کر لیتا۔

تیسری آرزو یہ کرے گا کہ یَا لَيۡتَنِي لَمۡ أُوتَ كِتَابِيَهۡ اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا (سورۃ الحاقۃ #۲۵)۔کیونکہ قیامت کے دن جہنمیوں کو ان کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے۔

جب ناکام شخص کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا وہ خود ہی اپنے انجام کو سمجھ جائے گا اور کہے گا کہ کاش مجھے میرا نامہ اعمال دیا ہی نہ جاتا۔

چوتھی آرزو یہ کرے گا کہ: یَا وَیْلَتٰی لَیْتَنِی لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیلًا: اے کاش! میں فلاں کو دوست نہ بناتا (سورۃ الفرقان #۲۸) کہ جس شخص کی دوستی آج اسے جہنم میں لے جانے کا باعث بنی، کاش! میں اس سے دوستی کرتا ہی نا۔ اسی لیے فرمایا گیا اچھی سنگت بنانی چاہیے۔ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ صحبت خوشبو کی طرح ہوتی ہے۔ انسان لگائے یا نہ لگائے، خوشبودار لوگوں کو ملنے سے ہی اس کا کچھ نہ کچھ اثر پڑ جاتا ہے۔ اگر برے دوستوں سے دوستی ہوگئی تو ان جیسے اعمال میں مبتلا ہو جائے گا، اگر نہ بھی ہوا تو کم از کم ان کا اثر ضرور پڑے گا۔ اعمال صالحہ سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ اور پھر قیامت کے دن اپنی قسمت پر روئے گا کہ کیوں فلاں کو دوست بنا لیا۔

پانچویں آرزو یہ کرے گا یَا لَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُولَا۔ اے کاش! ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی ہوتی (سورۃ الاحزاب #۶۶) گویا ہم دنیا میں اچھے کام کر لیتے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کر لیتے تو آج ناکام نہ ہوتے۔

چھٹی آرزو یہ کرے گا کہ یَا لَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِیلًا۔ اے کاش! میں رسول کا راستہ اپنا لیتا (سورۃ الفرقان #۲۷)۔ یعنی گمراہی کی بجائے میں سیدھا راستہ اپنا لیتا۔ مسلمانوں کے تہتر فرقے ہوں گے۔ ان میں صرف ایک جنتی ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر ہوگا۔ لہذا قیامت کے دن آرزو کرے گا کہ کاش سیدھا راستہ اختیار کرتا تو آج جنت میں چلا جاتا۔

ساتویں آرزو یہ کرے گا یَا لَیْتَنِی کُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوزَ فَوْزًا عَظِیمًا۔ اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بہت بڑی کامیابی حاصل کر لیتا (سورۃ النسا #۷۳) یعنی میں اگر فلاں لوگوں کے ساتھ ہوتا تو اچھا رہتا۔ وہ سچ کامیاب ہوگئے، میں بھی کامیاب ہو جاتا۔ گویا وہ اپنے

دلچسپ معلومات

تاریخ کی مختصر ترین جنگ 1896 میں برطانیہ اور زنجبار کے درمیان 38 منٹ تک جاری رہی۔

تتلیاں اپنے پیروں سے چکھتی ہیں۔

چھینک 100 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر سکتی ہے۔

پیروکاروں کو روئے گا تمہاری پیروی کر کے میں نے گھاٹے کا سودا کیا۔ آج میرا انجام دردناک ہوگا۔

آٹھویں آرزو یہ کرے گا کہ یَا لَیْتَنِی لَمْ اُشْرِکْ بِرَبِّیْ اَحَدًا۔ اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا (سورۃ الکہف #۴۲)۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرنا سب سے بڑا گناہ ہے، جس کی معافی نہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں یہ گناہ بہت پھیل رہا ہے۔ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دیگر لوگوں سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بالکل پسند نہیں کہ اس کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ قیامت کے دن مشرک لوگ اس پر روئیں گے کہ کاش اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔

نوویں آرزو یہ کہ یَا لَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیَاتِ رَبِّنَا وَنَکُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ۔ اے کاش! کوئی صورت ایسی ہو کہ ہم دنیا میں پھر واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔ (سورۃ الانعام #۲۷) کہ کاش ممکن ہوتا کہ ہم واپس لوٹ سکیں۔ دوبارہ اچھے اعمال کر کے آئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دوبارہ زندگی کی کوئی صورت نہیں۔ یہی ایک زندگی ہے۔ اس میں جو عمل کر لیے، وہی ذخیرہ آخرت ہوں گے۔ لہذا اسی زندگی کو کارآمد بنایا جائے۔ یہ وہ آرزوئیں ہیں جن کا موت کے بعد حاصل ہونا ناممکن ہے۔ یہ ایک ہی زندگی ہے، اسی میں ہی اپنے عقائد و عمل کا اصلاح کرنا بہت ضروری ہے تاکہ دنیا کے ساتھ ساتھ ہماری آخرت بھی سنور جائے اور کل ہمارا شمار بھی اچھے لوگوں میں ہو سکے۔

اور کارواں بنتا گیا

بلال ربانی مرکزی ترجمان MSO پاکستان

شجرکاری مہم:

یکم اگست تا 10 اگست ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان برادر ارسلان کیانی کے حکم پر ملک بھر میں مرکز سے لے کر یونٹ سطح تک "شجر کاری مہم" چلائی گئی جس کا سلوگن "آئیں درخت لگائیں، پاکستان کو سرسبز بنائیں" تھا۔ ملک بھر میں ذمہ داران وکارکنان نے شجر کاری مہم میں بھرپور حصہ لیا اور مختلف جگہوں پر درخت لگائے گئے۔

یوم آزادی پاکستان:

ایم ایس او پاکستان نے 14 اگست یوم آزادی پاکستان کو "لوّ پاکستان" کے نام سے منایا اور اسی مناسبت سے راولپنڈی، لاہور، کراچی، ہری پور، جھنگ، راجن پور، گلگت بلتستان، نارووال، ٹیکسلا، شیخوپورہ، گھوٹکی، سکھر، نوشہرو فیروز، میر پور خاص اور سیالکوٹ سمیت مختلف اضلاع میں "لوپاکستان طلبہ ریلیاں" نکالی گئیں جبکہ مری، منڈی بہاؤالدین، شیخوپور، چکوال، گوجرانولہ، فیصل آباد، تلہ گنگ، خانیوال، ٹوبہ، رحیم یار خان، چیچہ وطنی، ساہیوال اور تونسہ میں پرچم کشائی کی تقاریب ہوئیں اور بھکر میں لو پاکستان طلبہ سیمینار کا انعقاد ای لائبریری بھکر میں کیا گیا۔

15 اگست:

15 اگست کو انڈیا مردہ باد کے نام سے منایا گیا۔ اسلام آباد، ملتان اور مانسہرہ میں انڈیا مردہ باد ریلیاں نکالی گئیں اور سوشل میڈیا کمپین کے ساتھ ساتھ پریس ریلیز اور فورم کیے گئے۔

دورہ جنوبی پنجاب وسندھ:

مرکزی ناظم عمومی ایم ایس او پاکستان عبدالروف چوہدری نے 19 اگست بروز سوموار کو ضلع خانیوال اور ملتان کا تنظیمی دورہ کیا، تربیتی نشستوں کے ساتھ ساتھ مختلف شخصیات سے ملاقاتیں کی گئیں۔

20 اگست سے ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان برادر ارسلان کیانی کی قیادت میں ایم ایس او کے وفد نے اندرون سندھ کا دورہ شروع کیا۔ وفد میں ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان، سابق ناظم اعلیٰ برادر سردار مظہر، ناظم عمومی ایم ایس او پاکستان عبدالروف چوہدری اور ناظم اطلاعات بلال ربانی شامل تھے۔

20 گست بروز منگل ضلع گھوٹکی، پنوعاقل، سکھر، خیر پور کا دورہ کیا اور مختلف تربیتی نشستوں سے گفتگو کی، رات کو ضلع نوشہرو فیروز میں تربیتی ورکشاپ برائے ذمہ داران وکارکنان سے مرکزی عاملہ نے مختلف عنوانات پر گفتگو کی۔

21 اگست بروز بدھ سعید آباد میں نشست ہوئی اور بعدازاں حیدرآباد کا دورہ ہوا اور پریس کلب میں پریس کلب کے سیکرٹری جنرل سے خصوصی بیٹھک ہوئی۔ رات کو میر پور خاص میں دفاع پاکستان طلبہ سیمینار میں شرکت کی اور گفتگو کی۔

22 اگست سے لے کر 27 اگست تک مرکزی عاملہ نے کراچی ڈویژن کا تنظیمی دورہ کیا۔ کراچی کا دورہ تین حصوں میں تقسیم تھا۔ یونٹس اور اضلاع کی تربیتی نشستیں، عمومی ملاقاتیں اور اہم بڑی شخصیات سے ملاقاتیں۔

22 اور 23 اگست اضلاع اور یونٹس کا دورہ کیا گیا، 24 اور 25 اگست عمومی ملاقاتیں کی گئیں اور 26/ 27 اگست کو بعض اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے ملاقاتیں کی گئیں۔ جن میں مولانا طلحہ رحمانی میڈیا

کوآرڈینیٹر وفاق المدارس العربیہ، مولانا نعمان نعیم مہتمم جامعہ بنوریہ، مولانا منظور مینگل مہتمم جامعہ صدیقیہ، مفتی عبدالرحیم مدیر جامعۃ الرشید، ڈاکٹر فوزیہ صدیقی سرفہرست ہیں۔

27 اگست بروز منگل ایم ٹی ایم کے زیر اہتمام "سیو فلسطین یوتھ کانفرنس" کا انعقاد آرٹس کونسل کراچی میں کیا گیا جس کی میزبانی کے فرائض ایم ایس او پاکستان نے بحسن وخوبی سرانجام دیے۔ کانفرنس سے ایم ٹی ایم کی قیادت سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق افراد نے گفتگو اور شرکت کی۔

28 اگست کو ایم ایس او پاکستان کے چار رکنی وفد نے ناظم اعلیٰ کی قیادت میں شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب سے ملاقات کی، ملاقات میں ایم ایس او کے وفد نے فلسطین کے عنوان پر مفتی صاحب اور دارالعلوم کراچی کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور حال ہی میں ختم نبوت کا مقدمہ بہترین انداز میں لڑنے پر حضرت شیخ الاسلام کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شیلڈ بطور ایوارڈ پیش کی۔

تربیتی ورکشاپ برائے صوبائی ذمہ داران:

30 اگست اور یکم ستمبر ایم ایس او پاکستان کے زیر اہتمام راولپنڈی میں "تربیتی ورکشاپ برائے ذمہ داران" کا انعقاد کیا گیا۔ ورکشاپ میں شمالی پنجاب، جنوبی پنجاب، سندھ، شمالی کے پی کے، جنوبی کے پی کے، گلگت بلتستان اور ریاست کشمیر کی عاملہ نے شرکت کی۔ ورکشاپ میں رکن شوریٰ ایم ایس او پاکستان برادر نسیم الرحمٰن خٹک، مفتی عمر اعوان، برادر سردار مظہر ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان سمیت مختلف حضرات نے مختلف موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی اور کام کو مزید بہتر کرنے کے لیے تجاویز پیش فرمائیں۔

شعور ختم نبوت و دفاع پاکستان:

ایم ایس او پاکستان نے 06 ستمبر یوم دفاع پاکستان اور 07 ستمبر یوم ختم نبوت کو "شعور ختم نبوت و دفاع پاکستان" کے عنوان سے منایا، ملک بھر میں اس عنوان پر نشستوں کا اہتمام کیا گیا۔

بلدیہ ہال چیچہ وطنی میں 06 ستمبر بروز جمعہ شام 07 بجے شعور ختم نبوت

میں جس سے قرض لیتا ہوں چکانا بھول جاتا ہوں
میں اکثر قرض لوٹانا ہی بھول جاتا ہوں
فقط ایک دوست ہی سے میں چمٹ کر رہ نہیں سکتا
نیا جب دوست ملتا ہے پرانا بھول جاتا ہوں
جھپٹتا ہوں بلا تخصیص میں ہر ایک کھانے پر
ہمیشہ سخت مشکل میں جو میرا ساتھ دیتا ہے
میں اسکی مشکلوں میں کام آنا بھول جاتا ہوں

و دفاع پاکستان طلبہ سیمینار کا اہتمام کیا گیا، سیمینار سے ناظم اعلیٰ برادر ارسلان کیانی، ناظم عمومی برادر عبدالرؤف چوہدری، ناظم ساؤتھ پنجاب برادر حیدر معاویہ، مفتی محمد ساجد، پیر جی عزیز الرحمٰن اور دیگر حضرات نے خطاب کیا۔

08 ستمبر ہری پور میں شعور ختم نبوت و دفاع پاکستان طلبہ سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ سیمینار سے ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان برادر ارسلان کیانی، امیر شوری ایم ایس او پاکستان برادر فیصل خان اور دیگر سیاسی، سماجی و مذہبی شخصیات نے گفتگو کی۔

26 ستمبر بروز جمعرات آرٹس کونسل راولپنڈی میں شعور ختم نبوت و دفاع پاکستان طلبہ سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان برادر ارسلان کیانی، امیر شوری ایم ایس او برادر فیصل خان ناظم پنجاب برادر عمیر مکی اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ حضرات نے گفتگو کی۔

تربیتی ورکشاپ برائے ضلعی ذمہ داران:

ایم ایس او ساؤتھ پنجاب اور سندھ کے زیر اہتمام تربیتی ورکشاپ برائے ضلعی ذمہ داران کا انعقاد کیا گیا۔ پنجاب کی ورکشاپ ملتان جبکہ سندھ کی نوشہرو فیروز میں منعقد ہوئی۔ ورکشاپ میں تمام اضلاع کی مکمل عاملہ نے شرکت کی۔ پنجاب ورکشاپ میں مرکزی ناظم عمومی عبدالرؤف چوہدری، معاون ناظم تربیتی امور علی حیدر اور صوبائی ذمہ داران نے مختلف موضوعات پر گفتگو کی۔ سندھ ورکشاپ میں سابق ناظم اعلیٰ برادر صفدر صدیقی، معاون ناظم برادر عمر فاروق عباسی اور صوبائی ذمہ داران نے گفتگو کی۔